عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد: ۳۳ | ۲۲ تا ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳ تا ۲۸ فروری ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۸

امام ابوحنیفہؒ کا فہم و تفقہ

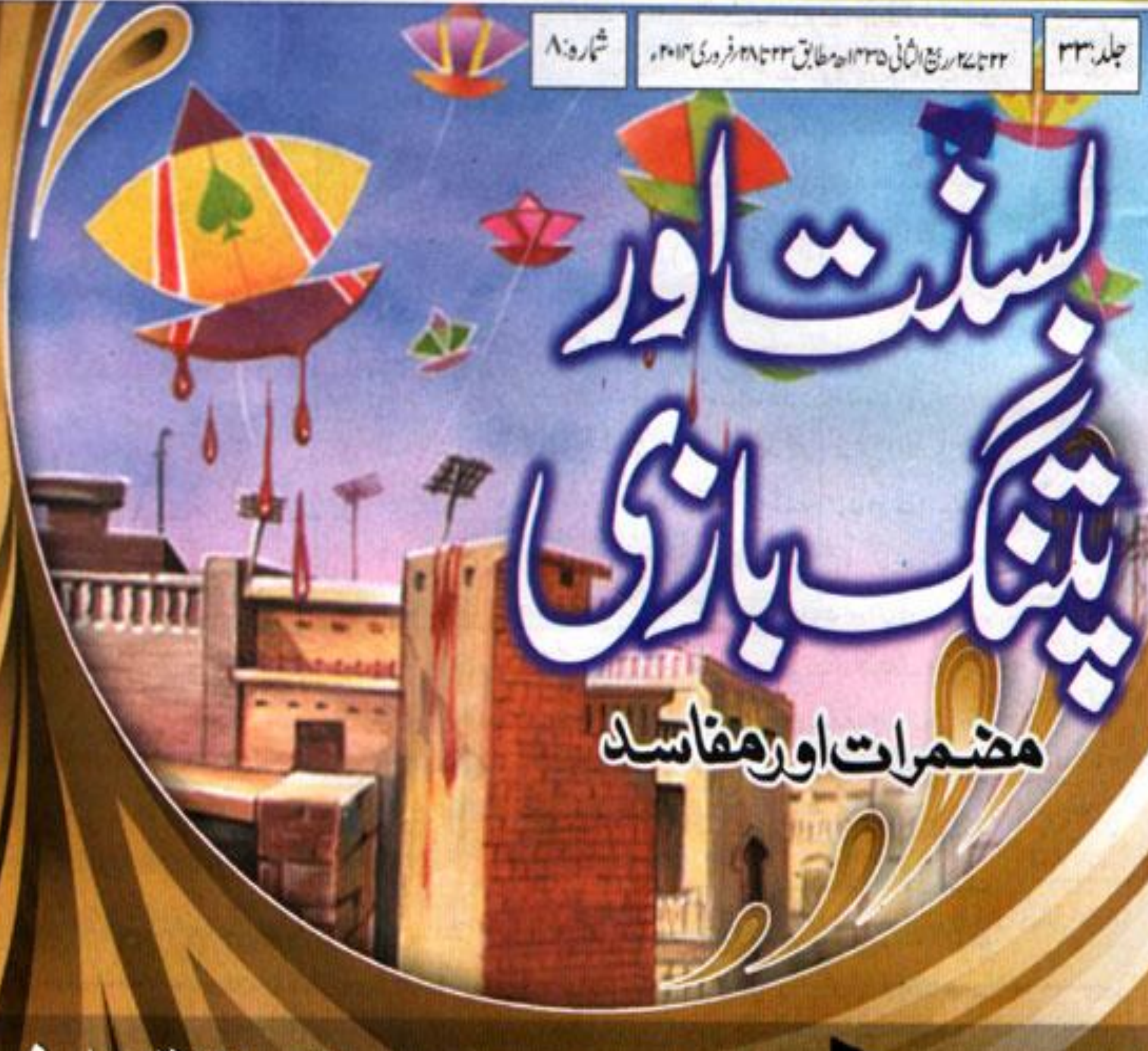

بسنت اور پتنگ بازی

مضمرات اور مفاسد

مذاکرات

دونوں فریقین اپنے طرزِ عمل پر نظرثانی کریں

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

’’منزل‘‘ کے فوائد

گل محمد، نارتھ کراچی

س:...... کیا صبح، شام ’’منزل‘‘ پڑھنے کے بارے میں حدیث کی کتابیں ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں بیان ہے؟

ج:...... منزل میں قرآنی آیات جمع کی گئی ہیں جو بیماری یا سحر وغیرہ کے ازالہ کے لئے پڑھی جاتی ہیں جو کہ تاثیر کے لئے مجرب ہیں اور اکابرین کا آزمودہ عمل ہے۔ ان آیات کو اپنا معمول بنالینا چاہئے، یہ درست ہے۔ عوام الناس کی سہولت کی خاطر ان قرآنی آیات کو یکجا کردیا گیا ہے، جسے منزل کہا جاتا ہے۔ باقی احادیث میں اس بات کی ترغیب بیان فرمائی گئی ہے کہ صبح شام اور مختلف اوقات میں ان دعاؤں کا اہتمام کیا جائے، جس کے بے شمار فوائد اور بہت سی برکات ہیں۔

توبہ کی حقیقت

س:...... کیا یہ الفاظ صحیح ہیں: ’’اگر تم گناہ نہ کروگے تو اللہ پاک ایک ایسی قوم پیدا کرے گا جو یہاں تک گناہ کرے گی کہ ان کی خطائیں آسمان کے کناروں تک پہنچ جائیں گی۔‘‘ اس کے بعد وہ اللہ پاک سے مغفرت طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کردے گا جو کچھ بھی ان سے ہوا ہو اور اللہ پروا نہیں کرتا۔

ج:...... مشکوۃ میں مسلم کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو لے جائے گا اور (تمہارے بدلہ) ایسی قوم لے آئے گا جو گناہ کریں گے پھر فوراً ہی استغفار کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیں گے۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ ص:۲۰۳ طبع قدیمی)

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں گناہ کے بعد توبہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے یعنی انسانی اور بشری تقاضا کے تحت کبھی گناہ سرزد ہوجائے تو اللہ کے حضور فوراً ہی توبہ کرلی جائے اور اللہ کو راضی کرلیا تو اللہ تعالیٰ گناہ کو معاف فرمادیتے ہیں اور توبہ کے بعد بندہ ایسا ہوجاتا ہے کہ جیسے گناہ کیا ہی نہیں تھا، یعنی پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جان بوجھ کر کبیرہ گناہ کرتے جائیں اور توبہ بھی نہ کریں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید پر مزید گناہ کرتے جائیں اس لئے کہ موت کا کوئی وقت متعین نہیں ہے خدانخواستہ اگر گناہ کی حالت میں یا بغیر توبہ کئے موت آگئی تو انسان گناہ کبیرہ کے سبب ہلاک ہوجائے گا۔ حدیث میں تو صرف توبہ کرنے پر زور دیا گیا ہے اور توبہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یعنی گناہ ہوجانے کے بعد توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اگر دنیا کے

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

سارے انسان گناہ ہی نہ کریں تو پھر جنت اور جہنم کے کیا معنی ہوئے؟ اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت ومغفرت اور قہر کا ظہور کب اور کیسے ہوگا؟ شیطان انسان کو مایوس کرکے اپنے ساتھ جہنم لے جانا چاہتا ہے۔ گناہ کرنے کے بعد شیطان انسان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تیرا یہ گناہ تو بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیں گے۔ اس کے بہکاوے میں آکر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوکر توبہ نہیں کرتا بلکہ بعض مرتبہ خدا کا انکار یا اس کی توہین کر بیٹھتا ہے، جس کی وجہ سے وہ بے دین ہوکر ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق بن جاتا ہے اور یہی شیطان کی چاہت اور اس کی چال ہے۔ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا ہے جب تک کہ انسان پر نزع کا وقت نہ آجائے اور موت کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے، کیونکہ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ توبہ کے دروازے بند کردیتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جیسے ہی بندہ سے گناہ صادر ہو فوراً ہی اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرکے مغفرت طلب کرلے اور اللہ کو راضی کرلے۔ جب انسان اس عمل کا پابند ہوگا تو ان شاء اللہ امید ہے کہ موت ایسی حالت میں آئے گی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور توبہ کی توفیق ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

مجلس

جلد:۳۳ ۲۲تا۲۷ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳تا۲۸فروری ۲۰۱۴ء شمارہ:۸

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

ختم نبوت اور اجماع امت	۵	اداریہ
بسنت اور پتنگ بازی... مضمرات اور مفاسد	۸	مرغوب الرحمٰن سہارنپوری
مذاکرات... دونوں فریق اپنے طرز عمل پر.....	۱۱	مولانا زاہد الراشدی
ضمیر کی آواز	۱۳	مولانا سید سلیمان ندویؒ
مسجد کی فضیلت اور عظمت	۱۵	مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی
مرزا قادیانی اور اسلامی عبادات! (۱۰)	۱۷	شیخ راحیل، جرمنی
امام ابوحنیفہؒ کا فہم وتفقہ	۲۱	مولانا محمد بلال، لاہور
سیرت النبی پروگرام ضلع ڈی آئی خان	۲۳	ادارہ
ختم نبوت.... عقل کی روشنی میں	۲۵	مولانا محمد اسحاق صدیقی

زرتعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ'U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درس حدیث

پینے کے آداب واحکام

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

پانی کے برتن میں سانس لینے کی کراہت

"حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔"
(ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

پانی کے برتن میں سانس لینا شرعاً وطبعاً مکروہ ہے، اس لئے کہ پینے کے دوران برتن میں سانس لینے سے احتمال ہے کہ ناک کی ریزش پانی میں مل جائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ سانس لیتے ہوئے پانی دماغ پر چڑھ جائے۔ بہرحال منہ کو برتن کے ساتھ لگا کر سانس لینا مہذب انسانوں کا طریقہ نہیں بلکہ جانوروں کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر بچہ یہ کام کرے تو اس کو منع کیا جاتا ہے، منہ سے برتن الگ کرکے سانس لینے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

"اختناث" کے معنی ہیں چمڑے کے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پیا جائے، اور مشکیزے کو اُنڈیل دیا جائے، واللہ اعلم!

ممانعت کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں، ایک یہ کہ بڑے مشکیزے کو اُلٹائیں گے تو پانی زیادہ چلا جائے گا اور اس کا سنبھالنا مشکل ہوگا، اور دوسری وجہ یہ کہ بعض روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے اس طرح مشکیزے سے پانی پیا اور سانپ کا بچہ اس کے اندر چلا گیا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت فرمائی ہے۔

اس کی (مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے کی) اجازت میں

"حضرت عبداللہ بن انیس رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ اُٹھے اس کو منہ لگا کر پانی پیا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

جیسا کہ حضرت مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ روایت کمزور ہے۔ بہرحال اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہوکر مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینا جائز ہے، اور یہ کہ اُوپر کی ممانعت تنزیہی ہے۔

"حضرت عبدالرحمن بن ابی عمرہ اپنی دادی کبشہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، پس ایک مشکیزے سے، جو وہاں لٹک رہا تھا، منہ لگا کر کھڑے ہوکر پانی پیا، میں اُٹھی اور اُٹھ کر مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینا جائز ہے، جبکہ کیڑے، پتنگے کے اندر جانے کا اندیشہ نہ ہو، اور حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے مشکیزے کا منہ اس لئے کاٹ لیا کہ ان کو گوارا نہ ہوا کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک لگے ہیں، وہاں کوئی اور منہ لگا کر پانی پیئے۔

دائیں والے پانی پینے کے زیادہ مستحق ہیں

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ لایا گیا جس کو پانی ملا کر ٹھنڈا کیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک اعرابی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا، باقی ماندہ اعرابی کو دے دیا اور فرمایا: مستحق ہے وہ شخص جو دائیں جانب ہو، پھر اس کے بعد جو دائیں جانب ہو!"

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دائیں جانب بیٹھا ہو وہ زیادہ مستحق ہے، کیونکہ دائیں جانب کا اکرام اس کا مستحق ہے۔

۲:... "الأیمن فالأیمن" کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص دائیں جانب ہو وہ زیادہ مستحق ہے، اس کے فارغ ہونے کے بعد پھر جو اس کے دائیں جانب ہو۔ اور دوسرے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ جو شخص دائیں جانب سب سے زیادہ قریب ہو وہ مستحق ہے، اس کے بعد پھر بائیں جانب جو سب سے زیادہ قریب ہو وہ مستحق ہے، جس طرح کہ امام کے پیچھے صفیں بنانا، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب صف بنے، پھر بائیں جانب، اور ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایک آدمی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو، پھر دوسرا آدمی بائیں جانب کھڑا ہو، پھر تیسرا آدمی دائیں جانب، پھر چوتھا بائیں جانب۔ بہرحال بظاہر یہی معنی یہاں راجح ہیں، واللہ اعلم!

۳:... یہاں سے اسلام کا نظریۂ مساوات بالکل کھل کر سامنے آجاتا ہے، غور فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک غیر معروف اعرابی ہے، اور بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، لیکن اس اعرابی کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اداریہ

ختم نبوت اور اجماعِ امت

آج کی صحبت میں ”ختم نبوت اور اجماع امت“ سے متعلق حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی ایک مختصر تحریر قندِ مکرر کے طور پر نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بلاشبہ جس طرح مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں، اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، اور اُمتِ اسلامیہ میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو عقیدۂ ختمِ نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ”شہادۃ القرآن“ میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے تواتر کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”یہ خبر مسیح موعود کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانے میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہ ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے، میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رُو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے، صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہ ہوں گی۔ ہاں یہ بات اس شخص کو سمجھانا مشکل ہے کہ جو اسلامی کتابوں سے بالکل بے خبر ہو۔“

آگے نماز پنج گانہ وغیرہ کی مثالیں دے کر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

”اسی طرح ہزارہا جزئیات ہیں جو عبادات اور معاملات اور عقود وغیرہ کے متعلق ہیں، اور ایسے مشہور ہیں کہ ان کا لکھنا صرف وقت ضائع کرنا اور بات کو طول دینا ہے۔“ (ص:۲،۳)

ٹھیک اسی طرح عقیدۂ ختمِ نبوت جن کتابوں میں لکھا گیا ہے اگر صدی وار ان کی فہرست مرتب کی جائے تو ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگی۔ اس لئے عقیدۂ ختمِ نبوت پر اجماعِ مسلسل کے دلائل پیش کرنا ایک بدیہی اَمر کو ثابت کرنے اور نصف النہار کے وقت وجودِ آفتاب کے دلائل پیش کرنے کے مترادف ہے، جو بقول مرزا صاحب: ”صرف وقت ضائع کرنا اور بات کو طول دینا ہے۔“ تاہم کبھی کبھی بدیہیات پر بھی تنبیہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے عقیدۂ ختمِ نبوت پر اجماعِ مسلسل کے سلسلے میں تنبیہاً چند نکات پیش کئے جاتے ہیں، واللہ الموفق!

اوّل:... حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالے ”ختمِ نبوت کامل“ حصہ سوم میں حسبِ ذیل ۸۰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کی فہرست دی ہے، جن سے عقیدۂ ختمِ نبوت کی دو سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں:

”حضرت صدیقِ اکبر، حضرت فاروقِ اعظم، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت اُبی بن کعب، حضرت انس، حضرت حسن، حضرت عباس، حضرت زبیر، حضرت سلمان، حضرت مغیرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوذر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوالدرداء، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عباس، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت معاویہ بن حیدہ، حضرت بہز بن حکیم، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت بریدہ، حضرت زید بن ابی اوفی، حضرت عوف بن مالک، حضرت نافع، حضرت مالک بن حویرث، حضرت سفینہ مولیٰ حضرت اُمِ سلمہ، حضرت ابوالطفیل، حضرت نعیم بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمرو،

حضرت ابوحازم، حضرت ابومالک اشعری، حضرت اُمّ کرز، حضرت زید بن حارثہ، حضرت عبداللہ بن ثابت، حضرت ابوقتادہ، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ابنِ غنم، حضرت یونس بن میسرہ، حضرت ابوبکرہ، حضرت سعید بن حیثم، حضرت سعد، حضرت زید بن ثابت، حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت زید بن ارقم، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عروہ بن رویم، حضرت ابواُمامہ باہلی، حضرت تمیم داری، حضرت محمد بن حزم، حضرت سہل بن سعد الساعدی، حضرت ابوزمل جہنی، حضرت خالد بن معدان، حضرت عمرو بن شعیب، حضرت مسلمہ ابن نفیل، حضرت قرۃ بن ایاس، حضرت عمران بن حصین، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ثوبان، حضرت ضحاک بن نوفل، حضرت مجاہد، حضرت مالک، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت حبشی بن جنادہ، حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت عکرمہ بن اکوع، حضرت عمرو بن قیس، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ، حضرت عصمۃ بن مالک، حضرت ابوقبیلہ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔“

اور پھر ان ۸۰ صحابہ کرامؓ میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جن سے متعدد احادیث مروی ہیں، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان احادیث کے روایت کرنے والے تابعینؒ کی تعداد کتنی ہوگی؟ اِنصاف فرمائیے کہ جو مسئلہ قرآنِ کریم کی قریباً سو آیات میں منصوص ہو، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو سے زیادہ احادیث میں بیان فرمایا ہو اور جس کی شہادت ۸۰ صحابہ کرامؓ (بشمول عشرہ مبشرہ) اور لاتعداد تابعینؒ دے رہے ہوں، کیا اس کے بدیہی اور آفتاب سے زیادہ روشن ہونے میں کوئی خفا رہ جاتا ہے...؟

دوم:... اسلامی تاریخ کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سب سے پہلا جہاد مسیلمہ کذّاب پر ہوا، جس میں مسیلمہ کذّاب اور اس کے بیس ہزار ساتھی ”حدیقۃ الموت“ میں فی النار والسقر ہوئے۔ اور قریباً بارہ سو صحابہؓ و تابعینؒ نے... جن میں سات سو اکابر صحابہ بھی شامل تھے، جنھیں ”قراء“ کہا جاتا تھا... جامِ شہادت نوش کیا، حالانکہ مسیلمہ کذّاب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا منکر نہیں تھا، بلکہ طبری (ج:۳، ص:۲۴۴) کی روایت کے مطابق اس کی اَذان میں ”اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ“ کا اِعلان کیا جاتا تھا، لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دعویٔ نبوّت کی وجہ سے اسے مرتد قرار دیا، باوجودیکہ وہ بھی اپنی نبوّت کی تأویل رکھتا تھا۔

اُوپر مرزا صاحب کے حوالے گزر چکے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بھی دعویٔ نبوّت سے قبل ”خاتم النبیین“ کی وہی تفسیر کرتے تھے جو اُمتِ اسلامیہ کا اِجماعی عقیدہ ہے، اس وقت مرزا صاحب نے بھی صاف صاف اِقرار کیا تھا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرے، وہ خارج اَز اِسلام ہے، درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

۱:... ”میں ان تمام اُمور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں، اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رُو سے مُسلّم الثبوت ہیں، اور سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دُوسرے مدعیٔ نبوّت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔“

(مجموعہ اشتہارات، ج:۱، ص:۲۳۱، اشتہار ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء)

۲:... ”اب میں مفصلہ ذیل اُمور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اِقرار اس خانۂ خدا مسجد (جامع مسجد دہلی مراد ہے) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا قائل ہوں اور جو شخص ختمِ نبوّت کا منکر ہو، اس کو بے دِین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات، ج:۱، ص:۲۵۵، اشتہار ۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ء)

۳:... ”میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلِ سنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ ”لا إلٰہ إلّا اللہ محمد رسول اللہ“ کا قائل ہوں، اور قبلے کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوّت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (آسمانی فیصلہ، ص:۳)

۴:... ”ما کان لی ان ادعی النبوۃ وأخرج من الأسلام وألحق بقوم کافرین.“ (حمامۃ البشریٰ، ص:۷۹، روحانی خزائن، ج:۷، ص:۲۹۷)

ترجمہ:… ’’مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہوجاؤں، اور کافروں کی جماعت میں جاملوں۔‘‘

۵:… ’’اگر راقم صاحب کی پہلی رائے صحیح ہے کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں، تو پھر یہ دُوسری رائے غلط ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ میں خود نبوت کا مدعی ہوں، اور اگر دُوسری رائے صحیح ہے تو پھر وہ پہلی رائے غلط ہے جس میں ظاہر کیا گیا کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف کو مانتا ہوں، کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت: ’’ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں؟‘‘

(انجام آتھم حاشیہ ص:۲۶، ۲۷، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۲۶، ۲۷)

مرزا صاحب دعویٰ نبوت کے بعد امت اسلامیہ کے اجماعی عقیدہ سے انحراف کرکے ’’خاتم النبیین‘‘ کی جو تفسیر کرتے تھے اس کے بارے میں حضرت لدھیانوی شہیدؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:

قادیانی محرف کی ’’فنی مہارت‘‘ کا کمال دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کے سرقے کے بعد ’’بروز‘‘ کی کنجی سے ختم نبوت کا سربمہر قفل کھول کر قصرِ نبوت میں داخل ہوتا ہے، اور حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جامہ زیب تن کرنے کے بعد باہر آتا ہے، مگر بقول اس کے خاتم النبیین کی مہر جوں کی توں رہتی ہے، مرزا صاحب آیت ختم نبوت کی تحریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد… نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں، مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی ’’فنافی الرسول‘‘ کی (محض جھوٹ، سراپا کذب اور قرآن پر خالص افترا…ناقل) پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدیہ کی چادر ہے…… اس کے معنی یہ ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی، گو بروزی طور پر، مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ: ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ اس کے معنی یہ ہیں کہ: ’’لیس محمد أبا أحد من رجال الدنیا ولٰکن ھو اب لرجال الآخرۃ لأنہ خاتم النبیین ولا سبیل الٰی فیوض اللہ من غیر توسطہ‘‘ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے، نہ میرے نفس کی رُو سے، اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا، لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔‘‘ (ایضاً ص:۲۰۷، ۲۰۸)

’’اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے، اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے، پس اس طور سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں ’’میری نبوت‘‘ سے کوئی تزلزل نہیں آیا، کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا (جی ہاں! قادیان کے ’’مراقی آئینہ‘‘ میں ظل اور اصل کا حکم ایک ہی ہونا چاہئے، کیسے ٹھکانے کی بات ہے… ناقل)، اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی (یہی تو فنِ قزاقی میں مہارت کا کمال ہے کہ مکان کا قفل سربمہر بھی رہے، اور اس کے اندر کا سارا خزانہ بھی صاف ہوجائے… ناقل)۔‘‘ (ایضاً ص:۲۱۲)

’’غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک اِلٰہی مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی ہے (کتنی بھونڈی تعبیر ہے، خاتم النبیین سے قصرِ نبوت سربمہر ہوا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر… معاذ اللہ… مہر لگ گئی ہے؟… ناقل) اب ممکن نہیں کہ کبھی مہر ٹوٹ جائے، ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دُنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔‘‘ (اِشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص:۱۰، ۱۱، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۱۴، ۲۱۵)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین

بسنت اور پتنگ بازی.... مضمرات اور مفاسد

مرغوب الرحمٰن سہارن پوری

ایک انسان جب خالق حقیقی کو اپنا معبود و مسجود مان لے گا تو پھر اس کی تمام ہدایات اور احکامات کو اپنے لئے حرز جان بنالے گا، اس کے اوامر کی تعمیل ہی اس کے لئے باعث نجات و فلاح ہوگی اور اس معبود حقیقی کے منہیات سے اجتناب ہی میں اس کا تشخص و امتیاز ہوگا اور سعادت و کامرانی کی معراج ہوگی، اوامر و نواہی کی تعمیل اگر ایک موحد کی زندگی سے نکل جائے تو بغیر روح کے جسم کی مانند ایک لاشہ بے گور و کفن رہ جائے گا۔

آج کے دور میں کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے، موسم بہار کی آمد تو نوید جاں فزا لاتی ہے کہ سبزہ زاروں اور مرغزاروں کی شادابی و ہریالی نت نئے شگوفوں اور کونپلوں کا وجود خالق اکبر جل مجدہ کی وحدانیت اور خالقیت کو اور آشکارا کرتی ہے، ایک موحد کے ایمان میں تازگی لاتی ہے لیکن خرافات اور اغیار کی تہذیب و معاشرے سے متاثر ہو کر، خاص طور سے برصغیر کے مسلمان، لایعنی افعال میں منہمک ہوجاتے ہیں اور اللہ و رسول کی ایذا رسانی کا باعث بنتے ہیں۔

اغیار کا ایک تہوار بسنت ہے، جو خاص انہیں ایام میں منایا جاتا ہے، پتنگ بازی اس تہوار کی خصوصی علامت ہے، مسلمانوں کی ایک جماعت اس پتنگ میں زور و شور کے ساتھ شرکت کرتی ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں: اس کے پیچھے کیا ذہن کارفرما ہے؟

غیر مسلم سکھ مورخ ڈاکٹر بی، ایس، نجار (Dr.B.S.Nijjar) نے اپنی کتاب ”پنجاب آخری مغل دور میں“ (Punjab under the later Mughals) میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

”حقیقت رائے باگھ مل پوری، سیالکوٹ کے کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا، جس کی شادی بٹالہ کے کشن سنگھ بھٹہ نامی سکھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی، حقیقت رائے کو مسلمانوں کے اسکول میں داخل کیا گیا تھا، جہاں ایک مسلمان ٹیچر نے ہندو دیوتاؤں کے بارے میں کچھ توہین آمیز باتیں کیں، حقیقت رائے نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس نے بھی انتقاماً پیغمبر اسلام اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے، اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کر کے عدالتی کارروائی کے لئے لاہور بھیجا گیا، اس واقعہ سے پنجاب کی ساری غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا، کچھ ہندو افسر زکریا خان جو اس وقت گورنر لاہور تھا، کے پاس پہنچے تا کہ حقیقت رائے کو معاف کردیا جائے، لیکن زکریا خان نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کردیا۔ جس کے اجراء میں پہلے مجرم کو ایک ستون سے باندھ کر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی، اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی۔ یہ سال ۱۷۳۴ء کا واقعہ ہے، جس پر پنجاب کی تمام غیر مسلم آبادی نوحہ کناں رہی، لیکن خالصہ کمیونٹی نے آخرکار اس کا انتقام مسلمانوں سے لیا اور سکھوں نے ان تمام لوگوں کو جو اس واقعہ سے متعلق تھے، انتہائی بے دردی سے قتل کردیا۔“

ڈاکٹر صاحب آگے چل کر ص: ۲۷۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ: ”پنجاب میں بسنت کا میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔“

کیا ہمارے مسلمان بھائی ان حقائق و واقعات کے سامنے آنے کے بعد بھی گستاخ رسول اور گستاخ جگر گوشہ رسول کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں کے شانہ بشانہ پتنگیں اڑا کر گناہ عظیم کے مرتکب ہوتے رہیں گے، ہماری بربادی و تباہی پہلے ہی کیا کم تھی؟ ہم نے غیر قوموں کی تہذیب و ثقافت اپنا کر دینی و دنیاوی ہلاکت کو اپنا مقدر بنالیا ہے، اب ہندو قوم تو بسنت پر پتنگ اڑانے کی بنیاد بھی بھول چکی، مگر مسلمان بسنت منا کر اسلام کی رسوائی کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔

بسنت غیر مہذب، بے دین، بددین، لامذہب قوم کا شیوا ہے، ہمیں کب زیبا دیتا ہے کہ مردود و ملعون، بے ضمیر قوم کے طرز عمل کو اپنا مشغلہ بنائیں، ہمیں تو نعمت عظمیٰ ”ہدایت نامۂ انسانیت“ عطا ہوا تا کہ ہدایت کے روشن چراغ سے دوسری قوم و ملل کے گھرانوں کو روشن کریں، نہ کہ اپنے گھروں کی

ایمانی شمع کا گل کر کے ظلمت کدۂ کفر بنالیں۔

ویسے بھی پتنگ بازی بہت سے مفاسد اور گناہوں کا ذریعہ ہے، مثلاً فضول خرچی، دوسروں کو اذیت پہنچانا، جان و مال کا تلف اور ضائع کرنا، ضیاع وقت، آلۂ علم (کاغذ) کی بے حرمتی، شیطانی کام؟ ناگفتنی باتوں کا استعمال، جماعت کا چھوٹنا اور بعض مرتبہ تو نماز بھی جاتی رہتی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ نے اصلاح الرسوم میں پتنگ بازی کی جو خرابیاں اور مفسدے بیان فرمائے ہیں وہ قدرے تغیر کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

پتنگ کے پیچھے دوڑنا:

☆...... پتنگ کے پیچھے دوڑنے والے کا وہی حکم ہے جو کبوتر کے پیچھے دوڑنے والے کا، جس کی مذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے دوڑنے والے کو شیطان قرار دیا ہے۔ (مسند احمد)

دوسروں کی پتنگ لوٹنا:

☆...... ہر شخص اس خواہش میں رہتا ہے کہ پتنگ کٹنے کے بعد میں، میرے ہاتھ میں پہلے آجائے، حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے، نہیں لوٹتا کوئی شخص اس طرح کہ لوگ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوں اور وہ پھر بھی مومن رہے۔ (بخاری، مسلم)

دوسروں کی ڈور لوٹنا:

☆...... اس میں پتنگ لوٹنے سے بھی زیادہ قباحت ہے، کیونکہ پتنگ تو صرف ایک آدمی کے ہاتھ آتی ہے، جب کہ ڈور متعدد کے اور وہ سب لوگ گناہگار ہوتے ہیں اور حدیث شریف کے مطابق اڑانے والے کو ان تمام لوگوں کے برابر گناہ ملے گا۔ (مسلم)

دوسروں کو نقصان پہنچانا:

☆...... ہر پتنگ اڑانے والا اس تگ و دو اور کوشش میں رہتا ہے کہ دوسرے کی پتنگ کاٹ دوں، جس سے اس کا نقصان اور تکلیف ہوتی ہے، شرعی رو سے یہ دونوں باتیں حرام ہیں۔ اس صورت میں دونوں گناہگار ہوں گے۔ (الاحزاب:۵۸)

آپسی رنجش:

☆...... جب کوئی کسی دوسرے کی پتنگ یا ڈور لوٹتا ہے تو آپس میں دشمنی اور بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے اور شیطان بھی چاہتا ہے کہ آپس میں کڑواہٹ پیدا کردے، جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ (المائدہ:۹۱)

نماز اور یاد الٰہی سے غفلت:

☆...... جب آدمی پتنگ اڑاتا ہے تو نہ اس کو جماعت یاد رہتی ہے اور نہ نماز، ہر چیز سے بے پرواہ وہ تو ٹکٹکی باندھے آسمان پر پتنگوں کو دیکھتا رہتا ہے اور یہی وہ بات ہے جو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم میں شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی علت میں بیان کی ہے۔ (المائدہ:۹۱)

بے پردگی:

☆...... بالعموم پتنگ چھتوں پر اڑائی جاتی ہے، جس سے اڑوس پڑوس کی بے پردگی اور بے حجابی ہوتی ہے اور ان کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بھی حرام کام ہے۔ (نور:۳۰،۳۱)

جانی نقصان:

☆...... جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اکثر پتنگ بازی چھتوں پر ہوتی ہے، پتنگ باز پتنگ آسمان میں لگانے کی جستجو میں پیچھے کو ہٹتا رہتا ہے اور پیچھے کے حال سے بے خبر دھڑام سے نیچے جا گرتا ہے۔ اسی طرح پتنگ اور ڈور لوٹنے کے چکر میں سڑکوں، گلیوں میں ایکسیڈنٹ ہونا مشاہدے کی بات ہے، جس کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں اور ماں سے زیادہ مشفق مہربان پالنہار رب العالمین فرماتا ہے: ”اپنی جانوں کو خود ہلاک نہ کرو۔“ (النساء:۲۹)

مشفق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بے منڈیر چھت پر سونے سے بھی منع فرمایا ہے، ممکن ہے وہ چھت سے نیچے گر جائے یا اچانک اٹھ کر چلنے سے نیچے گر پڑے۔

وقت کا ضائع کرنا:

☆...... پتنگ اڑانے میں بے حساب وقت برباد ہوتا ہے اور لاحاصل ہوتا ہے، حالانکہ قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں متعدد جگہ وقت کی قدر و قیمت پر متنبہ فرمایا ہے اور اس کی حفاظت کرنے کی تلقین کی ہے۔ (العصر:۳، بحوالہ شعب الایمان للبیہقی)

مشابہت غیر:

پتنگ بازی میں غیر قوموں کی نقالی اور ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، مخالفین کے رسم و رواج پر عمل پیرا ہوتا ہے، جب کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تاکیدی اور وعیدی انداز میں اس کی قباحت و شناعت کو یوں بیان فرمایا ہے، جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں ہوگا۔ (ابوداؤد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤ! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو! عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تن، من، دھن کی بازی لگانے کا دعویٰ کرنے والو! کل روز قیامت آقائے مدنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ شافع محشر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کیسے نصیب ہوگی؟ محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل حوض کوثر پر چہرۂ مبارک پھیر لیا تو کیا ہوگا؟

ان بہت سارے مفاسد اور نقصانات کے

ہوتے ہوئے خالص غیروں کی تہذیب اپناتے ہوئے ہمیں ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ ہم خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خیرالامم ہیں؟ قرآن کریم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہمارا شیوہ بتایا ہے ہمیں حالات وزمانے کی گمراہیاں اور خرابیاں ختم کرنی ہیں اور عظیم الشان کارنامے انجام دینے ہیں، جو خوشنودی الٰہی کا سبب بنیں۔

انسانی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ عظیم کارنامے ہمیشہ انہی لوگوں نے انجام دیئے ہیں جو حالات کی رو پر بہنے کے بجائے ان کے مقابلے کے لئے اٹھے ہیں، زندگی پر ان مٹ نقوش انہوں نے نہیں چھوڑے جو مرغ بادنما کی طرح ہوا کے رخ پر مڑتے اور دوسروں کی نقالی کرتے رہے، بلکہ ان لوگوں نے چھوڑے جو ہوا کے رخ سے لڑتے ہیں اور زندگی کے دھارے کو موڑ کر رکھ دیا، قابل تقلید وہ نہیں جو گرگٹ کی طرح صبح وشام بدلتا ہے، بلکہ وہ ہے جو خود کوئی اپنا رنگ رکھتا اور دنیا کو اپنے رنگ میں رنگتا ہے، مسلمان دنیا میں زمانہ کی پیروی کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، بلکہ وہ پوری انسانیت کی فلاح و اصلاح کا ذریعہ بنائے گئے ہیں، ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی ذلت اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ وہ خدا کا نائب، سنت نبوی کا مدعی اور دینی روایات کا امین ہونے کے باوجود جدیدیت کو اپنے دین کے مطابق بدلنے کے بجائے اپنے ہی دین کو مسخ کرنا شروع کردے، یہ بزدل اور کم نظر لوگوں کا طریقہ ہے، جنہیں ہوائیں خس وخاشاک کی طرح اڑائے پھرتی ہیں اور جن کی اپنی بنیاد نہیں کہ وہ اس مضبوطی کے ساتھ قائم رہ سکیں، مسلمان کا یہ شیوہ ہے کہ:

زمانہ با تو نہ سازد
تو با زمانہ ستیز

☆☆..........☆☆

قتل ناحق کی سنگینی..............

ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم

انسانی جان کا قتل اللہ بزرگ و برتر کے نزدیک بہت ہی بڑا جرم ہے۔ قرآن مجید میں کسی ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل اور کسی ایک انسان کی زندگی کے تحفظ کو تمام انسانیت کی زندگی اور بقا سے تعبیر کیا گیا ہے:''من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیاء الناس جمیعا''(المائدہ:۳۲)

اسلام نے ایک انسان کی جو حرمت بیان کی ہے اور اسے جو قدر و قیمت عطا کی ہے وہ کسی اور مذہب میں ہے اور نہ معاشرے میں، یہ الہامی تعلیمات ہی ہیں جنہوں نے انسان کی جان کو اس قدر عظمت عطا کی۔ انسانی جان کے قتل سے باز رہنے کا حکم اللہ کی خالقیت کی دلیل بھی ہے کہ وہ اپنی تخلیق کی ہوئی جان کی اہمیت اور مرتبے کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ اس سے بے پناہ پیار بھی کرتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک باغ کا مالی یا کھیت کا کسان اپنے باغ یا کھیت کو اجڑتا ہوا دیکھے؟ اسی طرح اللہ بزرگ و برتر کو یہ بھی گوارا نہیں کہ وہ جان جسے اس نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا، اسے یونہی بات بات پر بے جا اور بلاوجہ ضائع کردیا جائے۔ یہی وہ جان ہے جسے اس نے اپنی عبادت کائنات کی تسخیر اور اس دنیا میں رنگ سجا کر اس کے وجود کی دلیل بننے کے لئے پیدا کیا، اسے خواہ مخواہ دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے، ایسا عمل اللہ کی نگاہ میں کسی ایک فرد کو زندگی سے محروم کرنا نہیں بلکہ ساری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے آخری خطبے میں ارشاد فرمایا:''ان اللہ حرم علیکم دماء کم واموالکم کحرمة یومکم ھذا فی بلد کم ھذا فی شھر کم ھذا''...بے شک اللہ نے تم پر تمہارے خون (یعنی جانیں) اور تمہارے مالوں کو حرام قرار دیا ہے...الخ

اس موقع پر آپ نے مسلمانوں کو گواہ بنا کر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:''انظروا لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض''...دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو... (بخاری، ابن عمرؓ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایک دوسرے کے قتل کو کفر قرار دیا۔ گویا انسانی جان کے تقدس واحترام اور بقاء وسلامتی کے حوالے سے ایک مسلمان کی ذمہ داری دوہری ہوجاتی ہے۔ اسلام تو دین ہی امن اور سلامتی کا ہے۔ اسے ماننے والا مسلم کہلائے یا مومن دونوں ہی ناموں میں سلامتی اور امن کا عنصر نمایاں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات اہل اسلام کو دی ہیں، ان میں تو جانوروں کو بھی قتل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''من قتل عصفوراً فما فوقھا بغیر حقھا سالہ اللہ عن قتلہ''...جس نے کسی چڑیا اس سے بھی کم تر کو ناحق قتل کیا، اللہ تعالیٰ اس کے قتل کے بارے میں اس سے ضرور باز پرس کرے گا... جو دین اپنے ماننے والوں کو معمولی پرندے یا اس سے بھی کم تر کی جان لینے سے روکتا ہے، کیسے ممکن ہے کہ وہ معاشرے میں انسان جیسی اشرف المخلوقات کے قتل کی اجازت دے دے؟ (۱۵۱) اور سورۂ بنی اسرائیل (۳۳) میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ:''لا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق''... کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محترم قرار دیا ہے تم ناحق قتل نہ کرو...

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسان کے قتل کے پانچ جواز بیان کئے گئے ہیں: یہ کہ اس نے کسی دوسرے کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو یا وہ دین حق کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرے یا اسلامی معاشرے میں بدامنی وفساد پھیلائے، یا زنا کرے یا مرتد ہوجائے۔ ان پانچ وجوہ کے علاوہ اسلام نے کسی کے قتل کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر سے حدیث منقول ہے:''من حمل علینا السلاح فلیس منا''...جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں... اس فرمان نبوی کی رو سے ایسا شخص جو نہ صرف قتل کرے بلکہ قتل کے ارادے سے حملہ کرے، قتل کی دھمکی دے یا کسی بھی نوعیت کا تشدد کرے (بالخصوص اگر وہ کسی عظیم عالم دین کو شہید کرے) وہ نہ صرف گناہگار ہے بلکہ اگر وہ مسلمان ہے تو امت محمدیہ سے خارج قرار پاتا ہے۔

(باقی صفحہ۱۲ پر)

مذاکرات

دونوں فریق اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کریں

مولانا زاہد الراشدی

حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات میں پیش رفت پر وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اطمینان کا اظہار کیا ہے جو یقیناً خوش آئند بات ہے اور اس سے مذاکرات کے نتیجے میں صورت حال بہتر ہونے کی امید بہرحال بڑھ گئی ہے لیکن مذاکراتی ٹیموں اور ان سے زیادہ میڈیا کے مختلف ذرائع نے شریعت اور آئین کو آمنے سامنے کھڑا کر دینے کا جو ماحول بنا دیا ہے وہ تشویش ناک ہے اور اس کے بارے میں بہت زیادہ محتاط طرزِ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

شریعت اور آئین دونوں ملک کی ضروریات میں سے ہیں، بلکہ وطن عزیز کے قیام اور بقا کی اساس کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن اس سلسلے میں جو کنفیوژن بڑھتا جا رہا ہے یا عمداً بڑھایا جا رہا ہے، وہ دونوں طرف کے اصحاب فکرو دانش کے لئے قابل توجہ ہے۔

دستور پاکستان کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ پر ہے، اس میں جمہور اور ان کے نمائندوں کو حاکم اعلیٰ تسلیم کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور قرآن وسنت کی بالادستی کا پابند قرار دیا گیا ہے اور ملک میں غیر شرعی قوانین کو ختم کر کے تمام قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس لئے اس دستور کو شریعت سے متصادم قرار دینے کی بات دستور اور اس کی تشکیل کے لئے اکابر علماء کرام کی جدوجہد کی نفی اور اس سے انحراف کے مترادف ہے، کیونکہ اس دستور کی تدوین وترتیب اور اسے اسلامی دستور قرار دینے والوں میں مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالحق، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحکیم، مولانا نعمت اللہ، مولانا صدر الشہید، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا محمد ذاکر، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری اور پروفیسر غفور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر اہل علم ودانش شامل ہیں اور اس دستور کی وفاداری کا حلف اٹھانے والوں میں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ مولانا سمیع الحق، مولانا قاضی عبداللطیفؒ، مولانا حسن جانؒ، مولانا معین الدین لکھویؒ، مولانا نور محمدؒ، مولانا محمد احمدؒ اور مولانا عبدالمالک خان کے نام نمایاں ہیں۔

دستور کے بارے میں اہل دین کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ دستور اسلامی ہے یا نہیں بلکہ اصل مسئلہ بیوروکریسی اور اسٹیبلشمنٹ کا منافقانہ رویہ ہے، جس نے دستور کی اسلامی دفعات کو عملاً معطل رکھا ہوا ہے۔ اس مسئلے کا حل یہ نہیں ہے کہ سرے سے دستور کا انکار کر دیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ تمام اہل دین متحد ہو کر ایک زبردست عوامی تحریک کے ذریعے اسٹیبلشمنٹ کو اپنا رویہ تبدیل کرنے اور دستور کی اسلامی دفعات پر عمل درآمد پر مجبور کریں۔ شریعت کے نفاذ کے خواہاں حلقے اگر اس کا اہتمام کر سکیں تو نفاذ شریعت کی منزل زیادہ دور نہیں ہے۔

دستور کے بارے میں ایک مغالطہ عام طور پر یہ پایا جاتا ہے کہ اسلام میں تحریری قوانین کی کوئی روایت موجود نہیں ہے، بلکہ براہ راست قرآن وسنت ہی دستور اور قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ اسلامی تاریخ میں دستور وقانون کا پہلا باضابطہ مجموعہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے امیر المومنین ہارون الرشید کی فرمائش پر ''کتاب الخراج'' کے نام سے مرتب کیا تھا، جس میں اگرچہ بنیادی امور بیت المال اور اس سے متعلقہ مسائل پر مشتمل ہیں جبکہ انتظامی اور امارتی امور بھی اس میں بہت حد تک شامل ہیں۔ یہ دستور وقانون امیر المومنین کی فرمائش پر لکھا گیا تھا اور عباسی سلطنت میں باقاعدہ نافذ العمل رہا ہے۔

اسی طرح ''الاحکام السلطانیہ'' کے نام سے الماوردی اور قاضی ابو یعلی کی معرکۃ الآرا تصانیف قانون ودستور کی باقاعدہ تدوین وتشکیل کا درجہ رکھتی ہیں اور یہ دور جدید کی بات نہیں بلکہ قرون اولیٰ کے دور کی علمی خدمات ہیں جن سے اب تک مسلسل استفادہ کیا جا رہا ہے۔ پھر سلطان اورنگزیب عالمگیر کے دور میں ''الفتاویٰ الہندیہ'' کے نام سے جو علمی کام ہوا وہ صرف فتاویٰ نہیں تھے بلکہ ملک کے دستور وقانون کے طور پر مرتب کئے گئے تھے اور پورے برصغیر میں ۱۸۵۷ء تک نافذ العمل رہے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ملک کے جمہور علماء کرام نے قرارداد مقاصد، ۲۲ متفقہ دستوری نکات اور دستور پاکستان کی اسلامی دفعات کی صورت میں جو اجتہادی کام کیا ہے۔ وہ نئی اختراع نہیں ہے، بلکہ امام ابو یوسفؒ قاضی ابو یعلیؒ، الماورديؒ اور اورنگزیب عالمگیرؒ کے دور کے ان سینکڑوں علماء کرام کی اجتماعی علمی جدوجہد کا تسلسل ہے جو اسلام کے اصولوں اور تقاضوں کے عین مطابق ہے اور اس سے انحراف درست طرزِ عمل نہیں ہے۔

دوسری طرف یہ تاثر دینا بھی گمراہ کن بات ہے کہ شریعت کا نفاذ صرف طالبان کا مطالبہ ہے اور اس کا دائرہ صرف شورش زدہ علاقوں تک محدود ہے،

اس لئے کہ شریعت اسلامی کا نفاذ خود دستور پاکستان کا تقاضا ہے، قیام پاکستان کا مقصد ہے اور پوری قوم کی اجتماعی ضرورت ہے۔ اس کی صرف دو تازہ مثالیں نمونے کے طور پر پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ایک یہ کہ سود کے مسئلے پر خود حکومت اب اس ضرورت کو محسوس کررہی ہے کہ غیر سودی نظام کو اپنانا ملکی معیشت کو صحیح رخ پر لانے کے لئے ناگزیر ہے اور دوسری یہ کہ سابق چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے سپریم کورٹ میں واضح طور پر کہا تھا کہ ملک میں کرپشن کو ختم کرنے کے لئے حضرت عمرؓ کے نظام کو اختیار کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کا نظام اور غیر سودی بینکاری کیا ہے؟ یہ دونوں شریعت اسلامیہ ہی کے اہم شعبے ہیں جو نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا کے لئے ناگزیر صورت بنتے جارہے ہیں۔

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اپنے پچھلے دور حکومت میں پارلیمنٹ سے ”شریعت بل“ کے نام سے جو بل منظور کرایا تھا وہ یقیناً انہیں یاد ہوگا، اس میں اگرچہ قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دیتے ہوئے حکومتی نظام کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا، جس پر ہم نے تحفظات کا اظہار کیا تھا لیکن کیا میاں محمد نواز شریف نے یہ بل واپس لے لیا ہے اور کیا ان کی حکومت اس ”شریعت بل“ پر عمل درآمد کو ضروری نہیں سمجھتی؟ سردست حکومتی نظام کو کچھ عرصے کے لئے مستثنیٰ سمجھ کر قومی زندگی کے باقی شعبوں میں ہی اس ”شریعت بل“ کے نفاذ اور عمل درآمد کا اہتمام کرلیں، لیکن اس سے آنکھیں بند کرلینا اور شریعت کو صرف طالبان کا مسئلہ قرار دے کر مسلسل نظر انداز کئے چلے جانا دینی، قانونی اور اخلاقی لحاظ سے کوئی جواز نہیں رکھتا۔ میاں صاحب محترم کو سیکولر لابیوں اور عالمی استعمار کی ان سازشوں سے ہوشیار رہنا چاہئے جو انہیں بتدریج شریعت اور شریعت بل سے دور لے جائیں گی اور میاں صاحب کے گرد بھی ایک مخصوص حصار ہے جو اس ایجنڈے کو پورا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے۔

ہماری ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ دونوں فریقوں کو اپنے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ طالبان کو دستور پاکستان کے بارے میں مغالطوں کے دائرے سے نکل کر حقیقت پسندانہ موقف اختیار کرنا چاہئے اور حکومت کو شریعت سے مسلسل بے اعتنائی کے طرز عمل کا جائزہ لے کر سیکولر لابی کے خول سے باہر نکلنا چاہئے۔ اگر دونوں فریقوں نے حقیقت پسندی سے کام لیا تو کوئی وجہ نہیں کہ مذاکرات کامیاب نہ ہوں اور پاکستان امن وسلامتی اور شریعت کی بالادستی کے بارے میں ایک خوشگوار مستقبل کا آغاز نہ کرسکے۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۱۰ فروری ۲۰۱۴ء)

بقیہ: قتل ناحق کی سنگینی

اسلام جو کسی معمولی یا غیر معمولی ذی روح کی ناحق جان لینے کو بہت بڑا جرم قرار دیتا ہے، ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے پیروکار اپنے معاشرے میں ناحق لوگوں کے درمیان قتل وغارت گری اور ظلم وزیادتی کا بازار گرم رکھیں۔ اسلام نے تو مسلمانوں کو جسد واحد اور ”بنیان مرصوص“ قرار دیا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ ہر مسلمان دوسرے کی نہ صرف جان بلکہ عزت وآبرو کا بھی محافظ ہے۔ مسلمان تو مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ صرف اسے بربادی سے بچاتا ہے بلکہ پیٹھ پیچھے بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اسلام تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ ایک مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے بھی دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچے کجا یہ کہ اسلامی معاشرے میں اہل اسلام ایک دوسرے کا گلا کاٹتے پھریں۔ سورۂ نساء میں ایسے مسلمان کو سخت وعیدیں سنائی گئیں ہیں جو اپنے کسی مسلمان بھائی کو جان بوجھ کر اور ناحق قتل کردے ارشاد ربانی ہے:

”من یقتل مومناً متعمداً فجزاء ه جهنم خالداً فیها وغضب الله علیه ولعنه واعدله عذاباً عظیماً“ (النساء:۹۳)

ترجمہ: ”ایک تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور یہ کہ وہ اللہ کے غضب سے دوچار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب بھی تیار کررکھا ہے۔“

ذرا غور کیجئے! کہ بے جا قتل اور خاص طور پر اپنے ہی مومن بھائی کے قتل کی کتنی ہولناک سزائیں ہیں جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں، جو بے جا قتل کی سنگینی واضح کر رہی ہیں اور اس سے باز رہنے کی تعلیم دے رہی ہیں۔

بدقسمتی سے آج کے ترقی یافتہ، مہذب اور جدید معاشرے میں ہمارے اردگرد شہروں اور بستیوں، بازاروں اور گلیوں میں انسانی جان کے ضیاع اور قتل کے اس قدر ہولناک مناظر دیکھنے میں آتے ہیں، ایک ہی وقت میں بیسیوں جانوں کو زندگی سے محروم کرکے ان کے سینکڑوں لواحقین اور خاندانوں کو جیتے جی ایسی موت سے ہمکنار کردیا جاتا ہے، جسے قرآن مجید نے قتل انسانیت کہا ہے۔ افسوس ناک عمل یہ بھی ہے کہ اب تو معمولی باتوں پر صبر وضبط کا دامن چھوڑ کر آن واحد میں کسی کو بھی راہ چلتے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بے جا قتل اور انسانی جان کی بے حرمتی بلکہ ضیاع سے بڑھتا ہوا یہ سلسلہ جہاں احکام الٰہی سے دوری کا نتیجہ ہے وہیں تحمل وبرداشت، عفو ودرگزر اور وسیع القلبی سے بھی محروم ہونے کا بھی نتیجہ ہے۔

ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کی رہنمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے زندگی کے کسی بھی مرحلے میں غافل نہ ہوں، کیونکہ یہی روشنی ہے اور اس کے بغیر تو جہالت اور تاریکی ہی تاریکی ہے۔ ☆☆☆

ضمیر کی آواز

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

انسان کی نفسیاتی کیفیت کا وہ زندہ احساس جس کے ذریعہ سے وہ بھلائی اور برائی میں تمیز کرلیتا ہے اور جس کے سبب سے اس کے دل کے اندر سے خود نیکی کی دعوت کی آواز اٹھتی ہے، غریب ولاچار آدمی کو دیکھ کر ہر شخص پر فطرتاً رحم کا جذبہ طاری ہوتا ہے، قاتل اور ظالم سے طبعاً ہر شخص کو نفرت ہوتی ہے، یہ قلب کی فطری صلاحیت ہر انسان کے ضمیر میں ہے، ہر اچھے یا بُرے کام کرتے وقت اس کے دل کے پردہ سے تحسین یا نفرین کی آواز آتی ہے، لیکن بری صحبت، بری تربیت یا کسی خاص شدید جذبہ کے اثر سے یہ آواز اور اس کا اثر دب بھی جاتا ہے، یہی سبب ہے کہ ہر گناہ کے پہلے پہل کرنے میں انسان خوف کھاتا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں لرزتے ہیں، وہ اپنی گناہگاری کے تخیل سے شدید ذہنی اذیت محسوس کرتا ہے، وہ کبھی کبھی ندامت کے دریائے احساس میں غرق ہوجاتا ہے۔ اس کے ذکر سے اس کی خجالت کی پیشانی عرق عرق ہوجاتی ہے، لیکن جب وہ بار بار اپنے ضمیر کی اس آواز کو دباتا رہتا ہے تو وہ دب کر رہ جاتی ہے، اور اس کی پشیمانی اور ندامت کے احساس کا شیشہ اس ٹھوکر سے چور چور ہوجاتا ہے۔

یہ اثرات کس چیز کا نتیجہ ہیں؟ اسلام کے اصول اخلاق کی بنا پر اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں نیکی و بدی کے جو فطری الہامات ودیعت رکھے ہیں یہ اس کے نتائج ہیں۔

قرآن کہتا ہے:

"فالھمھا فجورھا وتقواھا."

(سورۂ شمس)

ترجمہ: "ہر نفس میں اس کی بدی اور نیکی الہام کردی ہے۔"

وہ جذبہ جس کا نام ضمیر ہے اور جو ہم کو ہمارے ہر برے کام کے وقت ہوشیار کرتا ہے وحی محمدیؐ کی اصطلاح میں اس کا نام "نفس لوامہ" (ملامت کرنے والا نفس) ہے یہ خود ہمارے دل کے اندر ہے سورۂ قیامت میں ہے:

"ولا اقسم بالنفس اللوامة."

(سورۂ قیامۃ:۱۵)

ترجمہ: "اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو انسان کو اس کی برائیوں پر ملامت کرتا ہے۔"

آگے چل کر فرمایا:

"بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرة ولو القیٰ معاذیرہ." (قیامۃ:۱۵)

ترجمہ: "بلکہ انسان اپنے نفس پر آپ سمجھ بوجھ ہے، گرچہ وہ اپنے اوپر طرح طرح کے بہانوں (کے پردے) ڈال لیتا ہے۔"

نواس بن سمعانؓ انصاری ایک سال تک اس انتظار میں مدینہ میں ٹھہرے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کی حقیقت سمجھیں آخر ایک دن ان کو موقع مل گیا اور انہوں نے دریافت کیا؟ تو فرمایا:

"نیکی حسن اخلاق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک جائے اور تجھ کو پسند نہ ہو کہ تیرے اس کام کو لوگ جانیں۔"

اسی طرح وابصہؓ بن معبد نام کے ایک صاحب خدمتِ نبویؐ میں نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرنے کی غرض سے آئے، چاروں طرف جان نثاروں کا ہجوم تھا، اور وہ شوق و ذوق میں سب کو ہٹاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، لوگ ان کو روک رہے تھے مگر وہ آگے بڑھتے ہی گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: وابصہ قریب آجاؤ، جب وہ قریب جاکر بیٹھے تو فرمایا: اے وابصہ! میں بتاؤں کہ تم کیوں آئے ہو یا تم بتاؤ گے؟ عرض کیا کہ حضور ہی ارشاد فرمائیں، فرمایا: وابصہ! تم مجھ سے نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرنے آئے ہو۔ عرض کیا: سچ ہے یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے وابصہ! اپنے دل سے پوچھا کرو اپنے نفس سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہے جس سے دل اور نفس میں طمانیت پیدا ہو، اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے، اور نفس کو ادھیڑ بن میں ڈالے اگرچہ لوگ تجھے اس کا کرنا جائز ہی کیوں نہ بتائیں۔"

یہی وہ حاسۂ اخلاق ہے جس کا نام لوگوں نے ضمیر کی آواز رکھا ہے۔

پہلے پہل جب انسان اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو اس کے دل کی صاف و سادہ لوح پر داغ کا ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، اگرچہ ہوش میں آکر جب وہ توبہ و استغفار کرتا ہے اور پشیمان و نادم ہوتا ہے تو وہ داغ مٹ جاتا ہے لیکن پھر

اگر وہی گناہ بار بار اسی طرح کرتا رہے تو وہ داغ بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے دل کو سیاہ کرکے ضمیر کے ہر قسم کے احساس سے اس کو محروم کردیتا ہے۔ اسی مفہوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا:

"بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، تو اگر اس نے پھر اپنے کو علیحدہ کرلیا اور خدا سے مغفرت مانگی اور توبہ کی تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے، اور اگر اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ داغ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔"

اس کے بعد فرمایا یہی وہ دل کا زنگ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

"کبھی نہیں بلکہ ان کے (برے) کاموں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چھا گیا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تمثیل میں فرمایا کہ منزل مقصود کی جانب ایک سیدھا راستہ جاتا ہے، راستے کے ادھر ادھر دونوں طرف دو دیواریں کھچی ہیں، اور ان دونوں میں کچھ دروازے کھلے ہیں، لیکن ان پر پردے پڑے ہیں، راستہ کے سرے پر ایک آواز دینے والا آواز دے رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلو اور ادھر ادھر مڑو نہیں، جب کوئی راہگیر خدا کا بندہ چاہتا ہے کہ ان دائیں بائیں کے دروازوں میں سے کسی ایک دروازے کا پردہ اٹھائے تو اوپر سے ایک منادی پکار کر کہتا ہے: خبردار! پردہ نہ اٹھانا، اٹھاؤ گے تو اندر چلے جاؤ گے۔ پھر فرمایا یہ راستہ اسلام ہے اور یہ دروازے اللہ تعالیٰ کے ممنوعات ہیں، اور یہ پردے اس کے حدود ہیں اور راستہ کے سرے پر پکارنے والا قرآن ہے اور اوپر کا منادی جو پکارتا ہے:

"هو واعظ الله في قلب كل مومن." (مشکوٰۃ)

ترجمہ: "وہ خدا کا وہ واعظ ہے جو ہر مومن کے قلب میں ہے۔" ☆☆☆

وقت کی پکار

ابو محمد قاضی احسان احمد

کوئی تو ہو جو ناؤ کے ہمسفروں کو کنارے لگائے، کوئی تو ہو جو موافق سمت میں چپو چلائے، کوئی تو ہو جسے اس بدامنی، بے انتظامی، قتل و غارت گری، ظلم و ستم پر رات کو نیند نہ آتی ہو، کوئی ایک بھی نہیں جو اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگانے کے لئے فکر مند ہو۔ سب کے سب خواب غفلت کی چادر اوڑھے مدہوش ہیں، فکر ہے تو بس اتنی کہ فیکٹری چل رہی ہے؟ اس سے کتنے پیسے لئے ہیں، اس سے کتنے لینے ہیں؟ اس سودے میں کتنا منافع آیا ہے؟ اس کاروبار میں کتنا کمیشن ملے گا؟ کوئی خیر خبر نہیں ملک وملت کی، کوئی پرواہ نہیں غریب کے چولہے کی، کوئی پرسان حال نہیں بے روزگار کا، بس اپنی عیش و عشرت، شباب و کباب کی محفل گرم رہے، تیرے گھر کا دیا بجھا ہی رہے، اچھا ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری.....

جب حکمران رعایا کی فلاح و بہبود کو بھول جائیں، غریب کے چولہے بجھ جائیں، عزت و عفت سر عام دولتوں کے لئے فروخت کی جانے لگے، ماں باپ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو روٹی کے چند نوالوں کے بدلے بیچنے لگیں، بہن بھائی عزت کے چار دن گزارنے کے لئے اپنی عزت داؤ پر لگادیں۔ نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہے اور نہ جانے ابھی اور کیا کیا ہوگا؟ بس اللہ ہی ہمارے حال پر رحم فرمادے، کوئی ناصح آئے جس کی نصیحت کام کرجائے، کوئی نقارہ بجے جس کی آواز سے ہوش آجائے، کوئی بجلی کڑکے جس سے بے راہ رو حکمران راہ عافیت اختیار کریں، گلشن میں پھر سے بہار آئے، پھول کھلیں، کلیاں چٹخیں، غنچے کھلیں اور ساون کے موسم کی طرح ہر شے پُر بہار نظر آئے۔

ملک وملت کی باگ ڈور تھامنے والے اگر کامل ایمان و یقین اور دیانتداری سے یہ مملکت سنبھال لیں تو آج بھی وہی اللہ ہے جو اس ملک کا پہلے مالک تھا۔ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا، بشرطیکہ ہم وقت کی پکار پر کان لگانے کے لئے تیار ہوں۔

عبدالملک بن مروان سے متعلق مشہور ہے کہ وہ امور سلطنت سے غافل، ہر وقت مصروف عیش و نشاط رہتا، ملک تباہ ہوا جاتا، حالات روز بروز بگڑے جاتے لیکن خیر خواہوں کو کچھ کہنے سننے کی جرأت نہ ہوئی، ایک مرتبہ اس کو رات بھر نیند نہیں آئی۔ اتفاقاً اس رات عبدالملک نے حکم دیا کہ کوئی بہترین قصہ گو پیش کیا جائے، قصہ گو حاضر ہوا اور بہت سے دلچسپ قصے امیر المومنین کو سنائے، ہر داستان سننے کے بعد عبدالملک کہتا: اچھا اور سناؤ۔

قصہ گو نے غنیمت جان کر عرض کی: امیر المومنین شہر موصل میں ایک الو رہتا تھا، اسی طرح ایک اور الو کا بصرہ میں مکان تھا۔ بصرہ کے الو نے چاہا کہ موصل والے الو کی لڑکی سے اپنے لڑکے کی شادی کرے، منگنی کا پیغام دیا تو موصل کے الو نے کہلا بھیجا کہ اس طرح لڑکی نہیں بیاہی جاسکتی، کم از کم سو برباد اور ویران خرابوں کا انتظام کرو تاکہ مہر میں لڑکی کو دے سکوں۔ بصرہ والے الو نے جواب لکھا کہ ابھی تو اتنے شہر برباد نہیں ہوئے، لیکن دعا کرو کہ عبدالملک اگر ایک سال اور امیر رہ گیا تو پھر تم کو منہ مانگا مہر دوں گا۔

لکھا ہے کہ اس حکایت سے عبدالملک پر اتنا اثر ہوا کہ اسی وقت عیش و عشرت کے سامان اٹھادیئے اور پوری طرح ملک وسلطنت کے امور میں مشغول ہوگیا۔

(سراج الملوک، ص:۱۶، ابوبکر الطرطوشی)

مسجد کی فضیلت اور عظمت

مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مسجد شعائر خداوندی میں سے ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ شعائر اللہ کی عظمت واہمیت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت واہمیت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص شعائر اللہ کے ساتھ جس قدر محبت وعقیدت رکھتا ہوگا اسی قدر اس کے دل میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت اور محبت پیدا ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

”ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب۔“

”جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت سے نوازے گا۔“

حدیث شریف میں مسجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر کہا گیا ہے۔

”ان بیوت اللّٰہ تعالٰی من الارض مساجدھا۔“

ترجمہ: ”بے شک زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر مساجد ہیں۔“

مستدرک حاکم میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مسجدیں بازار ہیں آخرت کے بازاروں سے، جو شخص ان میں داخل ہوگیا وہ اللہ کا مہمان ہے۔ اس کی مہمانی مغفرت ہے اور اس کے لئے تحفہ تکریم وتعظیم ہے۔“

حق تعالیٰ شانہ نے روئے زمین پر سب سے پہلے جو گھر بنایا وہ اپنا گھر یعنی بیت اللہ بنایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

”ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدی۔“

ترجمہ: ”بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے قائم کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جو مکہ معظمہ میں ہے، بڑی برکت والا اور ہدایت والا۔“

معلوم ہوا دنیا کا سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو کہ مسجد بلکہ تمام مساجد کی اصل اور بنیاد ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”قیامت کے دن ساری زمینیں ختم ہو جائیں گی سوائے مساجد کے، وہ سب آپس میں مل جائیں گی اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گی۔“

گویا سب سے پہلے بنائی جانے والی چیز روئے زمین پر بیت اللہ ہے اور باقی رہنے والی چیز بھی بیت اللہ یعنی مساجد ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! روئے زمین کی سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد حرام (بیت اللہ)، پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سی ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ مسجد اقصیٰ، پھر دریافت کیا کہ ان دونوں مسجدوں میں کتنا فاصلہ ہے؟ فرمایا کہ چالیس سال کا یعنی مسجد اقصیٰ چالیس سال بعد بنائی گئی، پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے ساری زمین مسجد ہے۔

ایک قول کے مطابق دونوں مساجد (مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ) کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام سے کروائی گئی، پھر مسجد حرام کی تجدید حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مسجد اقصیٰ کی تجدید حضرت سلیمان علیہ السلام سے کروائی گئی۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو ان کے ساتھ اپنا گھر (بیت اللہ) بھی اتارا اور فرمایا کہ اے آدم! میں تیرے ساتھ اپنا گھر اتارتا ہوں، اس کا طواف اسی طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کی طرف نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے، طوفان نوح کے وقت یہ مکان اٹھالیا گیا، انبیاء علیہم السلام اس جگہ کا طواف کیا کرتے تھے، مکان نہ تھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جگہ مکان بنانے کا حکم فرمایا اور جگہ کا تعین خود (جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے) فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی عظمت وفضیلت ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”من بنی للّٰہ مسجدا بنی اللّٰہ لہ

بیتا فی الجنۃ۔'' (رواہ مسلم و بخاری)

ترجمہ:''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر (محل) بنائیں گے۔''

اس حدیث مبارکہ میں دو لفظ ''مسجداً'' اور ''بیتا'' ذکر کئے گئے ہیں۔ علماء محدثین نے لکھا ہے کہ دونوں لفظوں پر تنوین الگ الگ معنی اور مفہوم رکھتی ہے۔ ''مسجدا'' پر تنوین تنکیر اور تقلیل کے لئے ہے اور ''بیتا'' پر تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس شخص نے کوئی چھوٹی سی مسجد یا مسجد کا کوئی چھوٹا سا بھی کام کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک بہت بڑا گھر (محل) بنائیں گے۔ اس کی تصدیق ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت خود بھی اینٹیں اٹھا رہے تھے، فرمایا کہ خواہ (اینٹ) وہ قطاۃ پرندہ کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے۔ (ابن خزیمہ، ابن ماجہ)

صاحب الروضہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ ''بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ'' سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مساجد کو دنیا کے گھروں پر فضیلت و عظمت حاصل ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جنت کے گھروں میں سے اس گھر (محل) کو دوسرے جنت کے گھروں پر فضیلت اور عظمت عطا فرمائیں گے اور اس گھر (محل) کی صفت یہ ہوگی: ''ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر''... کہ نہ کسی آنکھ نے اس کو دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے اس کو سنا ہوگا اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گزرا ہوگا...

چنانچہ مساجد کی تعظیم و تکریم ان کی تعمیر و تزئین سنت اللہ اور سنت رسول اللہ ہے، روئے زمین پر سب سے پہلے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے گھر کو بنایا پھر اس سے پوری زمین کو روئی کی طرح پھیلایا۔ مشہور قول کے مطابق سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر فرشتوں نے اللہ کے حکم سے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل کی اور بعض کا قول ہے کہ بیت اللہ کے امرکن سے تعمیر ہوئی، جس میں فرشتوں کا بھی دخل نہ تھا۔ سنت اللہ کے بعد سنت رسول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ اللہ کے گھر کو بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرکے تشریف لے گئے تو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر قبیلہ بنو سالم کے پاس قیام فرمایا اور سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا کے مقام پر مسجد تعمیر فرمائی، جس کو مسجد قبا کہتے ہیں۔ یہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے، جس کی تعمیر میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ لیا۔ روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے مبارک ہاتھوں سے گارہ بنا کر لاتے تھے اور کندھوں پر پتھر اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر کی۔ گویا مسجد کی تعمیر اور اس کی آبادی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی سنت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عبادت کے لئے حلال مال سے کوئی عمارت یعنی مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا گھر بنائے گا۔ مساجد کو آباد کرنے والوں کا تعلق اور نسبت براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ مساجد کی خدمت ان کے ادب واحترام کی برکت سے اپنی محبت اور تعلق خاص عنایت فرماتے ہیں۔ جیسے اگر کوئی شخص ہمارے گھر کا لحاظ کرے، ہمارے گھر کی تعمیر و تزئین کرے تو ہم اس کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں، ایک مزدور یا ایک مستری اگر اجرت پر ہمارے گھر کا کام کر جائے اور کام بھی اس نے دل کے ساتھ کیا کہ مالک مکان خوش ہو جائے تو ہم اس کو اس کے کام کی اجرت اور مزدوری تو دیتے ہی ہیں لیکن اس کے ساتھ محبت و عقیدت کا تعلق ہمیشہ کے لئے قائم ہو جاتا ہے۔ جب بھی کوئی کام ہو تو اس کو یاد کریں گے دوبارہ اس کو بلائیں گے کہ وہ بڑے خلوص والا شخص ہے۔ اگر وہ شخص نہ مل سکے تو اس کے شاگرد یا تعلق والے شخص سے خدمت لیں گے۔ بعینہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنے گھر کا کام (تعمیر بیت اللہ) لیا۔ یہ خدمت اور ادا اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے بیت اللہ کو آباد کرنے والے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی دعا کے طفیل مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے گھر (مساجد) کی صفائی ستھرائی اہل ایمان کا فریضہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ مساجد کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے بیت اللہ کی صفائی کا عہد لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وعہدنا الی ابراھیم و اسماعیل ان طھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مساجد کا ادب و احترام اور انہیں آباد کرنے والوں میں شمار فرمائے۔ آمین۔

☆☆..............☆☆

مرزا قادیانی اور اسلامی عبادات

شیخ راحیل احمد، جرمنی

دسویں قسط

رویہ مسلمانوں کے ساتھ:

مہدی علیہ السلام آکر تمام مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے اکٹھا کریں گے اس کے برعکس مرزا قادیانی آئے اور ان کی اپنی تحریر کے مطابق دنیا میں چورانوے (۹۴) کروڑ مسلمان تھے جن میں سے چند ہزار کو وہ اپنے پیچھے لگا سکے، ان چند ہزار کو مسلمان قرار دے دیا اور حکم دیا کہ بقیہ دنیا کے مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان سے عبادت، رشتہ ناطہ، سماجی تعلقات ختم کرلیں۔ مرزا قادیانی نے مرنے کچھ عرصہ پہلے دعویٰ کیا تھا کہ ان کو ماننے والوں کی تعداد چار لاکھ تک جا پہنچی ہے لیکن ان کے جنازہ میں جو لاہور میں مرنے کے تیسرے دن، قادیان میں ہوا تھا۔ جماعت کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق قادیان کے رہائشیوں سمیت کل بارہ سو آدمی تھے۔

مرزا قادیانی نے مسلمانوں سے قطع تعلق کے لئے سب سے پہلے علماء کرام کو نشانہ بنایا اور اس نشانہ بازی میں جو زبان استعمال کی اس کی بے شمار مثالیں ہیں لیکن یہاں بطور نمونہ ایک آدھ مثال پیش خدمت ہے۔ مرزا قادیانی کی گل پاشیاں دیکھیں "اور لیموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ۔ بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کر کے دکھلانے والا منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۴، خزائن ج ۲۲ ص ۴۴۵) ہمارے خیال میں سے دیگ میں سے چاول کا ایک دانہ ہی سارا حال کہہ دیتا ہے۔

اپنے مریدوں کو سمجھاتے ہیں کہ: "خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔" (تذکرہ، ص ۳۸۹، طبع ۳) قادیانی جماعتیں اکثر یہ موقف اختیار کرتی ہیں کہ پہلے مسلم علماء نے ایسے فتوے دیے اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے یہ فتوے دیے لیکن یہاں تو مرزا قادیانی ایسے فتووں کا منبع اپنی وحی کو بتا رہا ہے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے مہدی اور مسیح کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ آکر تمام دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لائے گا یا موجود مسلمانوں کو بھی کافروں کے ساتھ ملا کر جائے گا؟

مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد، ایم اے نے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: "غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ان کے ساتھ مل کر ہم کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی اور دوسری دنیوی...... سو یہ دونوں تعلق ہمارے لئے حرام قرار دیے گئے۔" (کلمۃ الفصل، ص ۱۶۹، از مرزا بشیر احمد ایم اے پسر مرزا قادیانی) مرزا قادیانی کے بیٹے نے باپ کی مزید تصدیق کردی۔

اور بڑا بیٹا جو کہ مصلح موعود ہونے کا بھی دعویدار تھا اور جماعت کا دوسرا خلیفہ بھی، اس کا کہنا ہے: "کل مسلمان جو حضرت...... مرزا کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت، ص ۳۵، از بشیر الدین محمود، ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء، اسلامیہ سٹیم پریس لاہور) یہ حوالے قادیانی جماعت کے سوچنے کے لئے ایک وسیع بنیاد رکھتے ہیں۔

رویہ دوسرے مذاہب کے ساتھ:

مرزا قادیانی آریوں کے خدا کے متعلق فرماتے ہیں: "آریوں کا پرمیشر ناف سے دس انگل نیچے ہوتا ہے، سمجھنے والے سمجھ جائیں۔"

(چشمہ معرفت ص ۱۰۶، خزائن ج ۲۳ ص ۱۱۴)

عیسائیت کے متعلق ارشاد ہے: "اس مذہب کی بنیاد محض ایک لعنتی لکڑی پر ہے جس کو دیمک کھا چکی ہے۔" (ملفوظات ج ۸ ص ۱۳۷)

دعوے:

مرزا قادیانی کے دعووں اور ان کے جواز کو ایک سرسری نظر سے دیکھ کر ہی ایک سمجھدار انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ یہ شخص یا مخبوط الحواس ہے یا پھر انتہائی مکار لیکن مرزا قادیانی مکار تو تھے ہی مگر ان کے ہدایتکار ان سے بھی بہت آگے تھے۔ انہوں نے بڑے طریقے سے مرزا قادیانی کے ذریعہ اپنے مقاصد کو آگے بڑھایا اور اب ان کی نسلوں کے ذریعہ اس کو نکھار رہے ہیں۔ یہاں ہم اپنے موقف کی وضاحت کے لئے کہ کس طرح بتدریج مرزا قادیانی نے دعووں کا سفر شروع کیا اور دعووں میں آگے بڑھتے (یا بڑھائے گئے) اس جگہ ان کے اقرار و انکار کچھ

دجل کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ایک رات میں بے مثال روحانی انقلاب:

غالباً اسی سال کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک سفر کے دوران گورداسپور میں تشریف فرما تھے کہ آپ کو ایک خواب میں دکھایا گیا کہ مولانا مولوی عبداللہ غزنویؒ کا زمانہ وفات قریب ہے، آنکھ کھلنے کے بعد آپ نے محسوس کیا کہ ایک آسمانی کشش آپ کے اندر کام کررہی ہے۔ یہاں تک وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہوگیا اور پھر ایک ہی رات میں آپ کے اندر بے مثال روحانی انقلاب برپا ہوگیا۔

چنانچہ خود فرماتے ہیں: ”وہی ایک رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بتمام وکمال میری اصلاح کردی اور مجھ میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہوگئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہوسکتی تھی۔“ (بحوالہ نزول المسیح ص۷۳، خزائن ج۱۸ ص۶۱۵) لیکن شیطان کے ہاتھ سے اور شیطان کے ارادے سے تو ہوسکتی ہے اور وہی ہوئی!

اس جگہ جو انتہائی اہم نکات ہیں ان کو ذہن میں رکھ کر چلیں تو مرزا قادیانی کے دعوؤں کی حقیقت بہت جلد واضح ہو جائے گی۔ مرزا قادیانی تسلیم کررہے ہیں کہ ایک رات میں ہی ان کی بتمام کمال اصلاح کردی گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کو مکمل طور پر بتادیا گیا کہ اب تک آپ جو کچھ بھی تھے آئندہ نبی اللہ ہوں گے۔ ورنہ اور کونسی اصلاح تھی؟

اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کم از کم اس وحی کے نازل ہونے تک اول اس بات کے قائل تھے: ”اور گو وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے لیکن یہ الہام کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بااخلاص خادموں کو ہوتا ہے یہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوگا۔“ (براہین احمدیہ حصہ اول، ص۲۱۵، خزائن ج۱ ص۲۳۸، حاشیہ نمبر۱)

دوم! مرزا قادیانی اس بات کے بھی قائل تھے اور آنحضرت نے بار بار فرمایا تھا کہ: ”میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔“ (کتاب البریہ ص۱۹۹، خزائن ص۲۱۷)

مرزا قادیانی اس زمانے کے مطابق صاحب علم تھے۔ ہر وقت کتب کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اس وقت ان کو یہ خیال کیوں نہ آیا کہ الہام تو ہوسکتا ہے وحی رسالت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ان کو شیطانی وحی ہوئی ہے حالانکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جس بات کی اصل شرع میں نہ ہو وہ صحیح نہیں اس کا اعتراف آئینہ کمالات اسلام صفحہ۲۱، خزائن ج۵ ص ایضاً پر کرتے ہیں۔

اس کے باوجود مرزا قادیانی اس بات پر قائم ہوگئے: ”اگر میں اپنی وحی میں ایک دم بھی شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔“ (تجلیات الٰہیہ ص۲۰، خزائن ج۲۰ ص۴۱۲) حق الیقین تک پہنچنے کے بعد تو مرزا قادیانی کو پہلے دن ہی یہ اعلان کردینا چاہیے تھے، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہیں۔

اگر کوئی قادیانی کہے کہ یہ خدا نے بعد میں وحی کی تو یہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی بیس (۲۰) برس کے بعد خود لکھتے ہیں کہ: ”ان کا دعویٰ ہے کہ براہین احمدیہ میں ہی خدا نے ان کا نام نبی اور رسول رکھا ہے، فرماتے ہیں کہ: ”خدا تعالیٰ کی وہ جو پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے، ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں...... اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں (دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کرکے پکارا گیا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ ص۲۰۶)

مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ ان کو قرآن اللہ نے سکھایا۔ اللہ تعالیٰ واضح طور پر قرآن کریم میں فرماتا ہے: ”اور وحی کی گئی تیری طرف اور تم سے قبل لوگوں کو۔“ (زمر۶۵)

نیز مرزا قادیانی کا ہی فرمان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ جو وحی الٰہی ہو اس کو ظاہر کریں۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی روایت ہے کہ: ”جو تجھ سے کہے کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کسی حکم کو چھپالیا تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ المائدہ ج۱، ص۷۸۴) اور ان احکام اور سنت رسول کے برخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس شخص نے وحی کا دعویٰ کیا یقیناً وہ باطل ہے اور اس کو چھپانے والا چور ہے اور چور چوری کا مال چھپاتا ہی ہے جو شخص اپنی وحی کو چھپا گیا۔ وہ غلط ہے اور اس کو یقیناً رحمانی وحی نہیں ہوئی بلکہ شیطانی وحی ہوئی۔

اس کے باوجود مرزا قادیانی سب کچھ چھپا کر کبھی ملہم کی بات کرتے ہیں اور وہاں سے انگلی پکڑتے پکڑتے گلے سے لٹک جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات میری اس بات کی تصدیق کرتے ہیں!

”کتاب براہین احمدیہ، جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم اور مامور ہوکر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات، ج۱، ص۲۳) یہاں کسی وحی کا ذکر نہیں بصرف الہام تک بات کررہے ہیں جو کہ ولیوں کو بھی ہوتا ہے اور جس میں شریعت یا احکام نہیں ہوتے۔

”اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں۔“ (مجموعہ اشتہارات، ج۱، ص۲۴) اب یہاں سے کتنی پرکاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ کمالات کو مسیح کے مشابہ قرار دے رہے ہیں، برابر بھی نہیں حالانکہ بعد میں دعویٰ کیا کہ ابن مریم سے غلام احمد بہتر ہے اور مسیح ابن مریم کے کوئی کمالات نہیں تھے۔ کیا جھوٹ سے آغاز شروع ہوا یا نہیں؟

”اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق

سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے۔" (مجموعہ اشتہارات، ج:۱، ص:۲۵) کس طرح طریقے سے آگے بڑھنے کا راستہ بنایا جارہا ہے لفظوں کے ہیر پھیر میں اتمام حجت تک جا پہنچے ہیں حالانکہ اس سے قبل کسی مجدد نے دعویٰ نہیں کیا کہ اس کے پاس حاضر نہ ہو تو اتمام حجت ہے۔

"یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے...... اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔" (توضیح مرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰) اب مجدد سے اپنے کو محدث قرار دے لیا۔ کیا کسی نبی نے ایسا طریقہ کار اختیار کیا؟ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی بعثت ثانیہ کا مرزا قادیانی جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، نے ایسا کیا؟

حالانکہ مرزا قادیانی جانتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اگر اس اُمت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔" (ازالہ اوہام، ص۲۳۶، خزائن ج:۳، ص:۲۱۹) یہاں اگر کا لفظ بتا رہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کم از کم حضرت عمرؓ کے بعد کسی محدث کے آنے کا امکان بھی منا رہے ہیں۔ اس کے باوجود دعویٰ محدثیت؟

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: "اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں۔" (براہین احمدیہ ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳) اب متشابہ لفظ کو کس طرح لپیٹ کر ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بن رہے ہیں۔ کیا کوئی اللہ تعالیٰ کا ایک عام نیک بندہ بھی نیکی کا پیغام پہنچانے کے لئے اس طرح کے حربے استعمال کرتا ہے؟ اور مرزا قادیانی کے دعوے تو بہت ہی بڑے ہیں، کیا ان دعووں کے لئے یہ طریق کار جائز ہے؟

"ہاں یہ سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی بھی کہا گیا ہے اور اُمتی بھی...... اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔" (ازالہ اوہام ص۵۳۳، ۵۳۴، خزائن ج۳ ص۳۸۶)

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ "فتح اسلام" و "توضیح المرام" و "ازالہ اوہام" میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے، تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں...... بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔" (مجموعہ اشتہارات، ج:۱، ص:۳۱۳، ۳۱۴) دیکھیں کیا دجل ہے۔ نبی کا لفظ استعمال کیا، لوگوں کا رویہ سخت دیکھ کر ایک دم بات بدل لی اور قدم کچھ دیر کے لئے پیچھے ہٹا لئے۔ کیا نبی اللہ ایسے ہی ہوتے ہیں؟

"یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۰۷) محدث سے مثیل مسیح پر چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے مشابہت تھی۔

"میں اسی الہام کی بناء پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں۔" (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۰۷)

اب یہاں دیکھیں کہ مسیح موعود کا لفظ منہ میں ڈالا جارہا ہے، لفظ مسیح موعود قطعاً اسلامی اصطلاح نہیں ہے، اسلامی لٹریچر میں مسیح ابن مریم، یا عیسیٰ ابن مریم استعمال ہوا ہے۔ مسیح کے ساتھ موعود کا لفظ دنیا کو مغالطہ میں رکھنے کے لئے لگایا گیا ہے۔

اگر صرف مسیح کہتے تو تب بھی لوگوں کا ذہن فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جاتا تھا اور براہ راست بھی اپنے کو عیسیٰ بن مریم نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ دونوں طرح فوراً لوگوں کے ذہن ان احادیث مبارکہ کی طرف جاتے تھے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیشین گوئیاں ہیں اور نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ مرزا قادیانی کی ذات پر ان میں سے ایک بھی نشانی پوری نہیں اُترتی۔ ان سوالوں اور لوگوں کے ذہن کو ان سوالوں کی طرف متوجہ ہونے سے بچانے کے لئے یہ دجلیہ نام "مسیح موعود" رکھا گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث میں سے ایک بھی حدیث دکھادیں، جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسیح موعود کا نام لیا یا کسی مثیل مسیح کا نام لیا یا مثیل ابن مریم کا نام لیا۔ کسی بھی حدیث مبارکہ میں مسیح موعود یا مثیل موعود، مثیل مسیح کے الفاظ یا مفہوم نہیں ملے گا۔ ہم جہاں بھی دیکھتے ہیں رسول کریم نے قسم کھا کر کہا کہ تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ آخر مرزا قادیانی اپنے لئے وہ نام کیوں استعمال کر رہے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بھی استعمال نہیں کیا۔ کیا یہی حب رسول ہے؟ اور جو نام رسول کریم نے استعمال کیا ہے، اس کو اتنے چکر دے کر گول کیوں کر دیا؟

"اے برادران دین و علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کردیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا۔" (ازالہ اوہام، ص۱۹۰، خزائن

ج ۳ ص ۱۹۲) مرزا قادیانی کے اگلے دعویٰ سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اگر واقعی ہی کچھ لوگوں نے ان کو مسیح موعود سمجھا ہے تو وہ ان کے ارادے قبل از وقت بھانپ گئے اور کم فہم نہیں تھے بلکہ ذہین تھے۔

''میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔'' (ازالہ اوہام، ۱۹۰، خزائن ج ۳ ص ۱۹۲)

''سورۃ تحریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس اُمت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خداتعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اسی بناء پر خداتعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم، ۱۸۹، خزائن ج ۲۱ ص ۳۶۱) پہلے ایسا خیال کرنے والے کو مفتری اور کذاب قرار دے رہے تھے اب مفتری اور کذاب کون ہے؟ دوسرے قرآن کریم کی تفسیر بالرائے کرنا گناہ ہے۔ کیا مرزا قادیانی سے پہلے بھی کسی نے سورۃ تحریم کی ان آیات کی یہی تفسیر بیان کی ہے؟

تفسیر بیان کی یا نہیں، اس کے علاوہ اہم سوال یہ ہے کہ باقی بعض افراد کونسے ہیں جن کا نام مریم رکھا گیا ہے؟ اور پھر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اُمت محمدیہ میں مریم کا نام پانے کے لئے صرف وہی مخصوص ہیں! سورۃ تحریم میں کتنے افراد کے نام مریم رکھے گئے ہیں اور ان میں سے کتنوں نے دعویٰ کیا کہ ان کا نام قرآن کریم مریم رکھ رہا ہے؟

''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خداتعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشین گوئیاں ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۵، خزائن ج ۱۷ ص ۲۹۵) کونسی کتابوں میں، کوئی نام یا تفصیل تو بتاؤ؟

''کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۸۳، خزائن ج ۳ ص ۴۶۹) مسیح موعود کا لفظ کبھی اُمت میں کسی طرح بھی استعمال نہیں ہوا تو اس نام پر دعویٰ کسی جھوٹے مکار نے ہی کرنا تھا نہ کہ کسی سچے اُمتی نے؟ غالباً بہاء اللہ کا بھی مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔

''نزول المسیح من السماء کے قائل مسلمان گمراہی کی وادی میں سرگرداں ہیں۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۶، خزائن ج ۱۶ ص ۶) مرزا قادیانی باون سال (۵۲) تک نزول المسیح من السماء کے قائل رہے۔ یعنی اپنے بقول گمراہی میں رہے اور اس میں سے بارہ (۱۲) سال بطور مجدد کے گمراہی میں مبتلا رہے اور قرآن کریم میں ہے ''جو پہلے گمراہ ہو چکے ہوں ان کی پیروی نہ کرنا۔'' (المائدہ ۷۷) اس کے باوجود سوال یہ ہے کہ گمراہ رہنے والوں کو اور پھر مجدد کی مسند پر فائز ہونے کے بعد بھی گمراہی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دھتکار دیتا ہے یا مسیح اور نبی بناتا ہے؟

''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کرتی ہے کہ بعد ہمارے نبی کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا...... اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔'' (ازالہ اوہام، ص ۶۱۴، خزائن ج ۳ ص ۴۳۱) یہ قرآن کریم کی آیات کی تشریح کر رہے ہیں اور کسی بھی قسم کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں!

''اے لوگو! مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو، دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔'' (آسمانی فیصلہ ص ۱۵، خزائن ج ۴ ص ۳۳۵) یہاں اب دوسروں کو منع کر رہے ہیں حالانکہ نبوت کا سلسلہ خود جاری کیا ہوا ہے ڈھکے چھپے طریق سے مطلب چور اپنی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے چور چور کا شور ڈال رہے ہیں۔ کہتا ہے کہ ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷)

یہاں کس طرح دنیا کو مطمئن رکھنے اور ان کی توجہ پھیرنے کے لئے منہ بھر کر اپنے اوپر ہی لعنت ڈال رہے ہیں۔ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات، ج ۱۰ ص ۱۲۷) لو جی نبی تو تھے ہی اب رسول بھی بن گئے اور جو خدا کے سکھائے ہوئے قرآن کی تشریح میں پہلے لکھا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا، اس کا کیا کہتے ہیں؟

''الغرض حقیقت الوحی نے واضح کر دیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا (مرزا قادیانی۔ ناقل) عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔'' (سیرت مسیح موعود ص ۳۰، از مرزا محمود) بیٹے کی تصدیق کے مرزا قادیانی نے عقیدہ بدلا!

''کوئی دانشمند اور قائم الحواس آدمی ایسے دو متضاد اعتقاد ہرگز نہیں رکھ سکتا۔'' (ازالہ اوہام، ص ۴۳۹، خزائن ج ۳ ص ۲۴۰) اس کے باوجود اپنے ہی معیار کے برعکس مرزا قادیانی کو دانشمندی کا دعویٰ ہے؟

مرزا قادیانی ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''دجال کے لئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر حق کے ساتھ باطل ملا دے...... اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، اس لئے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔'' (مجموعہ اشتہارات، ج ۲ ص ۱۳۱) آخر کار اپنے اصلیت بھی بتا ہی دی۔ مرزا قادیانی آپ نے پہلے نبی برحق کی پیروی کا دعویٰ کیا اور اس میں دجل ملاتے ملاتے آخر اپنے اصلی ٹھکانے اور ٹائٹل پر پہنچ ہی گئے۔

(جاری ہے)

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا فہم وتفقّہ!

مولانا محمد بلال، لاہور

امام اعظمؒ کا نام ولقب:

آپ کا نام نعمان بن ثابت، کنیت ابو حنیفہؒ لقب امام اعظمؒ، آپ کو ابو حنیفہ اس لئے نہیں کہا جاتا کہ حنیفہ آپ کی کوئی بیٹی تھی، جس کی طرف منسوب کرکے آپ کو ابو حنیفہؒ کہتے ہیں بلکہ یہ آپ کا وصف ہے یعنی ''ابو الملۃ الحنیفہ'' حنفی ملت کے باپ اور اس میں آیت کریمہ: ''واتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا'' کی طرف تلمیح ہے، آپ نے تفاؤلاً یہ کنیت اختیار کی ہوگی مگر خالق کائنات نے اسے حقیقت کا روپ عطا کردیا۔ آپ اپنے فقہی اور علمی کارناموں کی وجہ سے فی الواقع اس امت مرحومہ کے امام ثابت ہوئے۔

آپ فارسی الاصل اور ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا خاندان ایک تجارت پیشہ خاندان تھا، آپ بالاتفاق ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

امام شعبیؒ کے رغبت دلانے پر آپ علم کی طرف متوجہ ہوگئے۔ آپ کے کثیر اساتذہ تھے، امام حماد جو آپ کے بڑے استاد ہیں، آپ نے تقریباً چار ہزار شیوخ سے استفادہ کیا۔ اتنے کثیر اساتذہ کسی بھی فقیہ و محدث کو نہیں ملے جیسا کہ امام ابو حفص کبیر کے حوالہ سے ابو المؤید خوارزمی نے ذکر کئے ہیں۔ جس شخص کے اساتذہ چار ہزار ہوں اگر اس نے فی استاد ایک حدیث بھی پڑھی ہو تو وہ چار ہزار احادیث کا حامل تو یقیناً ہوگا، لیکن ایک استاد سے ایک حدیث تو نہیں پڑھی جاتی۔ بسا اوقات ایک استاد سے ایک ہزار احادیث بھی سماعت کرلی جاتی ہیں تو چار ہزار اساتذہ سے پڑھی ہوئی احادیث کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں ہوگی۔

> حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کیا خوب فرمایا تھا کہ: ''میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کو روزانہ دیکھتا ہوں کہ وہ فضل وکمال اور خیر میں ترقی کرتے ہیں۔ ٹھیک بات بولتے ہیں اور درستی ہی کی جستجو میں رہتے ہیں، وہ قیاس کرتے ہیں عقلمندی کے ساتھ اور قیاس میں ان کا ثانی نہیں۔''

پھر بھی ایسے کثیر الاستاد اور وافر الشیوخ شخص کو کوئی بھی متعصب اور حاسد انسان قلیل الحدیث یا یتیم فی الحدیث کہے تو اسے ہذیان کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ آپ کا مشغلہ فقہ واجتہاد تھا، اس لئے زیادہ احادیث آپ نے روایت نہیں فرمائیں۔

تابعیت کا شرف:

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو علم وفضل کا تاجدار بنایا وہیں آپ کو تابعیت کا عظیم شرف بھی بخشا۔ جب آپ اس عالم رنگ وبو میں وارد ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معمر صحابیؓ بقید حیات تھے، ان میں سے سات صحابہ کرامؓ کی آپ نے زیارت کا شرف بھی حاصل کیا اور حدیث بھی سماعت کی۔ ان اصحاب کے نام یہ ہیں: حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن انس، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزز بیدی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صحابہ کرامؓ کی زیارت کا یہ شرف وہ طرۂ افتخار ہے جس سے آپ کے معاصر ائمہ فقہ وحدیث سراسر تہی دست ہیں۔ حافظ ابن حجر شافعیؒ نے نہ صرف آپ کی تابعیت کا اقرار کیا بلکہ اسے پُرزور طریقہ سے ثابت بھی کیا ہے۔ کیا اب بھی امام صاحبؒ کی تابعیت میں شک رہ جاتا ہے لیکن معاندین یہ فخر آپ کو دینا نہیں چاہتے مگر خدا تعالیٰ نے یہ فخر آپ کو دے دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کیا خوب فرمایا تھا کہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کو روزانہ دیکھتا ہوں کہ وہ فضل وکمال اور خیر میں ترقی کرتے ہیں۔ ٹھیک بات بولتے ہیں اور درستی ہی کی جستجو میں رہتے ہیں، وہ قیاس کرتے ہیں عقلمندی کے ساتھ اور قیاس میں ان کا ثانی نہیں کوئی اور فرمایا نعمان کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے صحابہؓ سے روایت کی ہے اور صحابی سے روایت کرنے والا تابعی ہوتا ہے۔

امام صاحبؒ کے متعلق نبوت کی پیشگوئی:

امام ابو حنیفہؒ اس امت کے وہ گل سرسبد ہیں جن کے متعلق امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں پیشگوئی فرمائی:

"لو کان الدین عند الثریا" وفی مسلم "لتناوله رجل من ابناء فارس."
(عقود الجمان:۵۷)

وہ آدمی جس نے علم دین کو آسمان کی بلندیوں سے اتار کر زمین پہ لا کھڑا کیا اور جہان والوں کے لئے وقف عام کر دیا، وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شخصیت ہے اور یہ بات امام سیوطی شافعیؒ کو بھی مسلم ہے۔

علم دین کا آغاز اگرچہ مکہ مکرمہ سے ہوا مدینہ منورہ میں پروان چڑھا اور کتاب وسنت کی وہیں تکمیل ہوئی، لیکن علم دین کی تدوین، تہذیب اور تشکیل کوفہ میں جا کر ہوئی۔ وہاں کتاب وسنت کو فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا اور ان کو ایک منظم شریعت اور مفصل دستور حیات کی شکل دی گئی اور قانون اسلامی کی اس تدوین وتبویب کا سہرا بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سر ہے۔

قرآن پاک اگرچہ ایک کتاب کی صورت میں موجود تھا اور احادیث بھی مکتوب کی حالت میں پہلے سے تھیں لیکن ان کو واقعات زندگی پر منطبق کرنا اور جدید پیش آمدہ مسائل کو ان کی روشنی میں حل کرنا یہ کام کسی امام اعظم کی تلاش میں تھا جو کوفہ کے نعمان بن ثابتؒ کی شکل میں مل گیا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا علم وفضل اور فہم وتفقہ:

امام صاحبؒ کو پروردگار عالم نے چونکہ مقتدائے عالم بنانا تھا اور فقہ اسلام کی امامت کا تاج ان کے سر پہ سجانا تھا، اس لئے انہیں بہت سی صلاحیتوں سے نواز کر اس دنیا میں بھیجا۔ انہیں ذہن ثاقب اور اصابت رائے کی دولت سے اس قدر مالا مال کیا تھا کہ وہ اس امت کے ذہین ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا علم اتنا وسیع اور ان کا تفقہ اتنا عمیق تھا کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ: "علم کے چار حصوں میں سے تین حصے تو علماء نے امام صاحبؒ کے لئے خاص کئے ہیں اور ایک حصہ باقی تمام علماء کے لئے رکھا ہے۔" اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: "تمام لوگ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔"

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پروردگار عالم نے چونکہ مقتدائے عالم بنانا تھا اور فقہ اسلام کی امامت کا تاج ان کے سر پہ سجانا تھا، اس لئے انہیں بہت سی صلاحیتوں سے نواز کر اس دنیا میں بھیجا۔

امام صاحبؒ کے مدون کردہ مجموعہ قانون کے اثرات:

امام صاحبؒ کی کمال درجہ کی دانائی اور دور اندیشی مسلمانوں کے اجتماعی مزاج سے واقفیت وقت اور حالات پر گہری نظر کے نتائج نصف صدی کے اندر ہی برآمد ہونے لگے اور ایک نجی مگر مخلصانہ کوشش سے وہ خلا پُر ہو گیا جو خلافت راشدہ کے بعد ہو گیا تھا۔ آنے والی ہر بڑی اسلامی سلطنت خواہ وہ دولت عباسیہ ہو یا عثمانیہ، وہ شمال کی سلجوقی سلطنت ہو یا ہندوستان کی مغلیہ حکومت، ان سب نے امام ابوحنیفہؒ کے مدونہ قوانین کو اپنی سلطنت میں رائج کیا اور انہی کے اوپر کاروبار سلطنت کو چلایا تانیب الخطیب کے مقدمہ میں علامہ کوثریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ برسر اقتدار آئے تو شافعی علماء نے ان سے استدعا کی کہ محکمہ قضا جو حنفی قاضیوں کے قبضہ میں ہے اب جب کہ آپ شافعی المسلک سلطان کی حکومت آئی ہے تو شافعی علماء کو بھی قضا کا موقع ملنا چاہئے، سلطان نے ان کی درخواست پر عمل کرتے ہوئے حنفی قاضیوں کو برطرف کر کے شافعی قاضی مقرر کر دیئے اور ساتھ ہی پرچہ نویسوں کو تاکید کی کہ ان پر کڑی نظر رکھی جائے یہ لوگ فیصلہ کے لئے کن کن کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، کئی ماہ بعد رپورٹ ملی کہ یہ قاضی شافعی ہونے کے باوجود حنفی فتاویٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انہی کی نظائر پر فیصلہ کرتے ہیں۔

سلطان نے شافعی قاضی بلوائے اور ان سے پوچھا کہ: تم شافعی ہونے کے باوجود حنفی فتاویٰ کی طرف رجوع کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: شافعی کتب اور فتاویٰ میں وہ بسط اور تفصیل اور جزئیات کا استقصاء نہیں ہے جو حنفی فتاویٰ میں ہے، سلطان نے فرمایا: پھر جب حنفی فتاویٰ پر ہی فیصلے کرتے ہیں تو حنفی فتاویٰ کی فہم وبصیرت حنفی قاضیوں کو زیادہ ہو سکتی ہے، لہٰذا تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے پھر ایک نئے فرمان کے ذریعے عدالتوں میں حنفی قاضی مقرر کر دیئے، اس سے معلوم ہوا کہ غیر متعصب اور حق پرست کے نزدیک کاروبار سلطنت کو چلانے کے لئے حنفی فقہ وفتاویٰ سے زیادہ موزوں دوسری کوئی چیز نہیں۔

میرے محترم دوستو! دنیا کے اندر فقہ کے بغیر زندگی گزارنا میں سمجھتا ہوں بے سہارا کی مانند ہے اور فقہ میں فقہ حنفی کا کوئی متبادل نہیں، کیونکہ امام شافعی جیسے مجتہد مطلق تبحر فی الفقہ بھی فقہ حنفی کی کتابوں اور فتاویٰ کا مطالعہ ضروری سمجھتے تھے اور امام شافعی اپنی حاجت برآری کے لئے امام صاحبؒ کی قبر سے توسل کو تریاق کہتے ہیں۔ ایسی بابرکت، پرخیر اور میمون شخصیت سے استناد واعتقاد انشاء اللہ حسن خاتمہ کی دلیل ہے، لہٰذا ہماری دعا ہے کہ موفق حقیقی ہمیں فقہ حنفی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

سیرت النبی پروگرام ضلع ڈی آئی خان

ماہ ربیع الاول میں ضلع ڈی آئی خان میں سیرت النبی کے موضوع پر مختلف مقامات پر پروگرام ترتیب دیئے گئے، جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ خوشاب کے مبلغ مولانا محمد اسلم نفیس کو مدعو کیا گیا۔
ان پروگرامز کی تفصیل درج ذیل ہے

۸ربیع الاول بروز جمعہ ظفرآباد ضلع ڈی آئی خان میں مولانا محمد اسلم صاحب کی مسجد میں سیرت النبی کے موضوع پر مولانا مدظلہ کا بیان ہوا، نماز مغرب کے بعد مولانا محمد عنایت اللہ عثمانی کی مسجد میں پروگرام طے ہوا تھا۔ جس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا، اس مجلس کی صدارت ضلع ڈی آئی خان کے نائب امیر عالمی مجلس فرما رہے تھے، اس میں خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد اسلم نفیس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے آخر میں ہیں اور مرتبے کے اعتبار سے سب سے شان والے ہیں، اس لئے کہ آپ ہی کی شان میں کہا گیا ہے ''ورفعنا لک ذکرک''۔ اس مجلس کا اختتام حضرت مولانا مفتی عبدالواحد قریشی مدظلہ کے مختصر بیان اور دعا کے ساتھ ہوا۔

۹ربیع الاول بروز ہفتہ کو مولانا گل زمان صفدر صاحب کی مسجد، جامع مسجد مدنی چمن چوک میں پروگرام منعقد ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا گل زمان صفدر نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ مولانا محمد اسلم نفیس نے عقیدۂ ختم نبوت پر بیان کیا۔ اس مجلس کا اختتام قاری خالد گنگوہی کی دعا سے ہوا۔

۱۰ربیع الاول بروز اتوار کو سرائے نورنگ میں عظیم الشان کانفرنس سیرت النبی کے عنوان سے منعقد کی گئی، جس میں پشاور سے آئے ہوئے مہمان مولانا سیّد سجاد سبحان جو کہ مولانا مفتی فریدؒ کے خلیفہ ہیں، تشریف لائے۔ جے یو آئی کے جوائنٹ سیکریٹری مولانا مفتی عبدالشکور اور دیگر رہنماؤں نے بھی خطاب کیا۔ اس پروگرام کی صدارت مدرسہ تعلیم الاسلام کے شیخ الحدیث مولانا سیف اللہ کر رہے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیداران مولانا سیّد ابراہیم ادہمی، مولانا عبدالغفار، مولانا مفتی ضیاء اللہ، مولانا محمد طیب طوفانی بھی شریک ہوئے۔ اس عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا دفاع ہر پلیٹ فارم پر کریں گے اور قادیانیت کا تعاقب جاری رکھیں گے۔

۱۱ربیع الاول بروز پیر کو بعد از نماز فجر ختم نبوت مسجد کشمنڈی بازار میں درس قرآن ہوا، بعد از نماز مغرب ماہڑہ میں مولانا عبدالغنی کی نگرانی میں جامع مسجد سیدنا ابوبکر صدیق میں پروگرام ہوا جو عشاء کی نماز تک جاری رہا۔

۱۲ربیع الاول بروز منگل کو نماز فجر کے بعد گنگوری کی جامع مسجد میں درس قرآن ہوا، بعد از نماز ظہر دھاوا کی تقویٰ مسجد میں پروگرام ہوا، نماز عصر سے نماز عشاء تک جامع مسجد ختم نبوت کشمنڈی بازار میں عظیم الشان سیرت النبی کے عنوان سے کانفرنس ہوئی، جس میں ضلع کے تمام عہدیداران نے شرکت کی بالخصوص میزان عدل کے چیف ایڈیٹر محمد سہیل گنگوہی بھی تشریف لائے۔ انہوں نے سیرت النبی کے تمام پروگرام کی کوریج بھی بہت اچھے انداز میں کی۔ اس کانفرنس میں مہمان خصوصی مولانا محمد اسلم نفیس اور مولانا مفتی عبدالواحد قریشی تھے، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور فتنۂ قادیانیت کا پردہ چاک کیا۔ انہوں نے حکومت وقت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو آئین کا پابند بنایا جائے اور چناب نگر کے اسکول وکالج قادیانیوں کو سپرد کرنا ایک بہت بڑے فتنے کا سبب بنے گا، بلکہ بدامنی اور انتشار کا باعث ہوگا، جبکہ ہمارا پیارا دیس اس کا متحمل نہیں ہے، لہٰذا اس فیصلے کو واپس لیا جائے۔

۱۳ربیع الاول بروز بدھ کو بعد از نماز مغرب مسجد الوحید ظفرآباد میں پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس پروگرام کی صدارت مولانا پروفیسر قاری واحد بخش نے کی۔ مولانا محمد اسلم نفیس نے اپنے بیان میں کہا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں جہانوں کے لئے پروردگار عالم نے نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ علماء مفسرین نے عالمین کے دو معنی فرمائے ہیں، ایک عالم دنیا اور دوسرا عالم آخرت۔ مخلوقات میں کوئی ایسی مخلوق نہیں جس کو آپ کی نبوت کی رحمت نہ ملی ہو، اب کائنات کی ایسی جگہ نہ رہی اور نہ ہی مخلوق، سب کو آپ کی نبوت کاملہ کی رحمت نصیب ہوئی۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا دعویٰ نبوت نہ عقلاً چل سکتا ہے اور نہ نقلاً۔ میرے نبی کی محبوب امت اس مسئلہ کو خوب سمجھے، یہ حساس مسئلہ ہے اسی پر ایمان کی عمارت کا وجود ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ڈی آئی خان کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالحلیم نے بھی سامعین سے خطاب کیا اور اختتامی دعا فرمائی۔

☆☆..............☆☆

کھانسی | نزلہ | زکام
صُدوری اور سُعالین فوری آرام!
FOR COUGH & COLD
Suduri
صُدوری
ہمدرد

ختم نبوت.... عقل کی روشنی میں!

قسط:۸

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی

ختم نبوت اور عقل معاش کا ارتقاء:

حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تاریخ عالم میں دینی ومذہبی ابواب تو بکثرت ہیں۔ یہاں تک کہ (جیسا کہ باب اوّل میں ثابت کیا جاچکا ہے) باطل ادیان ومذاہب کی عقلاً جتنی صورتیں نکل سکتی تھیں۔ وہ سب بعثت محمدی تک ختم ہوچکی تھیں اور عالم کو ایسے حق کا انتظار تھا جس کی روشنی ہر قسم کے باطل کی تاریکی دور کردے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ عقل معاد اپنے انتہائی عروج وکمال کی طالب اور انسانیت کو اس کے کمال کی سخت احتیاج تھی۔

لیکن عقل معاش نے اس وقت تک موجودہ دور کے لحاظ سے بہت کم مدارج ارتقاء طے کئے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ انسانیت دنیاوی فہم وفراست کے لحاظ سے بھی سن بلوغ کو پہنچ چکی تھی۔ لیکن یہ اس کے بلوغ کا بالکل ابتدائی دور تھا۔ دور شباب ابھی دور تھا، غور کیجئے کہ اٹھارویں صدی عیسوی سے بیسویں صدی تک عقل معاش نے جس قدر ترقی کی ہے۔ اس کا سواں حصہ بھی اس سے پیشتر نہ حاصل کرسکی۔ ان دو ڈھائی صدیوں کے ارتقاء عقل معاش سے اس سے پہلے کی ترقی کو کوئی نسبت بھی ہے؟

نکتہ یہ ہے کہ علوم معاش کی رفتار ارتقاء اس وقت تک تیز نہیں ہوسکتی تھی۔ جب تک علوم معاد اپنے عروج وکمال کو نہ پہنچ جائیں۔ جس طرح ایک انسانی فرد کی سب طبعی قوتیں متوازی طور پر ایک ساتھ ترقی نہیں کرتیں۔ مثلاً پہلے انسان کا ذہنی نشوونما ایک خاص درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی قوت تولید نسل ترقی کرتی ہے۔ جسے عرف عام میں بلوغ کہتے ہیں۔ یہ بلوغ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک قوائے ذہنیہ عقلیہ ایک درجہ تک ترقی نہ کرجائیں۔ جس کے بعد وہ صرف معلومات وتجربات کی غذا سے ترقی کرتے ہیں۔ خود ان کا ذاتی نشوونما رک جاتا ہے۔ جب تک عقل اس درجہ تک پہنچ نہ جائے۔ اس وقت تک اس میں قوت تولید نسل نہیں پیدا کی جاتی۔ اسی لئے بلوغ کو کمال عقل کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور بلوغ عقل سے پہلے بلوغ عرفی شروع ہوجاتا تو ایسا شخص عموماً فہم کی خامی اور عقل وخرد کی کوتاہی میں مبتلا ہوتا اور یہ کمزوری عمر بھر رفع نہ ہوتی۔ اس قانون فطرت کا دوسرا مظہر خود قوائے عقلیہ ہی کی ترقی کا فطری منہاج ہے۔ بچپن میں معلومات کی ساری غذا قوت حافظہ کے حصے میں آتی ہے اور متخیلہ اپنی ترقی کے لئے شباب کا انتظار کرنے پر مجبور ہے۔ بلوغ کے بعد متخیلہ کا دور عروج شروع ہوجاتا ہے۔ مگر یہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب حافظہ اپنے نقطۂ کمال پر پہنچ چکتا ہے۔ اس قانون کے ماتحت انسان کا نوعی ذہن بھی اس کا محتاج تھا کہ پہلے اس کی عقل معاد اپنے عروج وکمال کو پہنچ جائے تاکہ اس کے بعد اس کی دوسری قوت یعنی عقل معاش کو ترقی کا موقع ملے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت انسان کے ذہن نوعی میں پوری صلاحیت اس چیز کی پیدا ہوچکی تھی کہ وہ اعلیٰ علوم معاد میں کمال حاصل کرسکے اور اس کی عقل معاد درجہ کمال حاصل کرنے کے لئے بالکل تیار ہوچکی تھی۔ معلم اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اپنی تعلیم سے اسے درجہ کمال عطاء فرمایا اور ایسے علوم حقہ ربانیہ سے بھردیا۔ جس کی طلب وصلاحیت اس میں پورے طور پر پیدا ہوچکی تھی۔ ایک نابالغ بچہ ازدواجی تعلقات کے متعلق مسائل کو بالکل نہیں سمجھ سکتا۔ بلوغ کے بعد ان کے سمجھنے کی صلاحیت کاملہ پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اس موضوع کے متعلق طب یا حیاتیات یا نفسیات کے مسائل خودبخود سمجھنے لگتا ہے۔ بلکہ اس صلاحیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے یہ مسائل سمجھائے جائیں تو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اگر نہ سمجھائے جائیں تو ان سے ناواقف رہے گا۔

اس مثال سے مندرجہ بالا بیان عیاں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں عقل معاد شباب کو پہنچ چکی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں پوری پوری صلاحیت معادی مسائل کو سمجھنے کی پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ خاتم النبیین کے علوم ربانیہ کو خوب سمجھ سکتا تھا۔ اگر انسان کی صلاحیت کامل نہ ہوتی تو وہ علوم ختم نبوت کو سمجھ نہ سکتا اور اس کا حامل نہ بن سکتا اور اگر خاتم النبیین نہ تشریف لاتے تو عقل معاد کامل نہ ہوسکتی بلکہ علوم حقیقیہ سے محروم رہتا اس کے لئے لازم ہوتا اور حق یہ ہے کہ اگر انسانیت میں علوم ختم نبوت کی صلاحیت کاملہ موجود نہ ہوتی تو خاتم النبیین کی بعثت ہی نہ ہوتی اور عقل معاش کی ترقی کا دور بھی شروع نہ ہوتا۔ کیونکہ نوع انسانی اپنے نوع ذہن کی ایک قوت کی تکمیل میں مصروف رہتی اور اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے قوت

یعنی عقل معاش کی تکمیل نہ مصروف ہو سکتی۔

اس نظریہ کی مزید وضاحت کے لئے اس تاریخ اور واقعی حقیقت پر غور کیجئے کہ بعثت محمدیہ علیہ الف الف تحیہ سے پہلے بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک دنیا کی صاحب فکر ذہین اور ترقی یافتہ قوموں میں سب سے زیادہ جس علم کا رواج اور چرچا ملتا ہے وہ الٰہیات اور اخلاقیات ہے۔ خواہ وہ فلسفہ کی صورت میں ہو یا دینیات کی شکل میں۔ مابعد الطبعیات کو جو اہمیت دی گئی۔ اس کی نصف بھی اس کی کسی شاخ کو حاصل نہ ہوئی۔ مگر باوجود دقیقہ رس عقل وفہم کے ان قوموں میں سائنس کا نام بھی نہیں ملتا۔ کیا یہ اس کی علامت نہیں کہ نوع انسانی کی عقل معاد اپنی بالیدگی پر تھی تو اس کی عقل معاش کا نشوونما رکا ہوا تھا۔ انسان مادی علوم کا پیاسا تھا اور ان سے سیراب ہونا چاہتا تھا۔ لیکن علوم معاش کی پیاس اس میں اس شدت کے ساتھ نہیں پیدا ہوئی تھی۔ خاتم النبیین نے تشریف لا کر آب حیات سے اسے سیراب کیا۔ جس نے پیا اس کی عقل معاد کمال کو پہنچی۔ جس نے اس سے روگردانی کی اس کی عقل معاد سیراب سے دھوکہ کھا کر ہلاک ہوئی اور محروم کمال رہی۔ یہ تقسیم افراد کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ انسان بحیثیت نوع کی عقل معاد خاتم النبیین کی تعلیمات سے ترتیب پا کر بام عروج وکمال پر پہنچی۔ اس کی تکمیل کے بعد نوع کی عقل معاش میں بھی نشوونما اور بلوغ کے آثار پیدا ہوئے۔ تا آنکہ اس کی رفتار ترقی روز بروز تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ اگر ختم نبوت سے عقل معاد کی تکمیل نہ ہوگئی ہوتی تو عقل معاش ہرگز میدان ترقی میں گامزن نہ ہوگی۔

یہ بھاپ اور برق کی قوتوں کی دریافت، یہ بحر وبر کی تسخیر، یہ دوش ہوا کی سواری یہ ذرات وتوانائی کے حیرت خیز آثار، یہ صوت وصورت کے محیر العقول شاہکار، یہ عجیب وغریب ایجادات واختراعات، عقل معاش کے تعجب خیز ارتقاء کے بدیہی آثار ودلائل ہیں۔ لیکن سب درحقیقت ختم نبوت کے طفیل میں دنیا نے حاصل کیے ہیں۔ اگر نبوت ختم نہ ہوتی، اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ورسول نہ ہوتے۔ جن کی تعلیمات اور جن کے فیوض وبرکات نے عقل معاد کی تکمیل فرمائی۔ علوم معاد کو ان کے انتہائی عروج پر پہنچایا اور نوع انسانی کو اپنی دوسری قوت کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اس طرف سے مطمئن وفارغ کر دیا تو ہرگز ہرگز ان ترقیات کا نام ونشان بھی نہ ہوتا۔ بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کسی نبی ورسول کی بعثت نہ ہوئی ہے نہ کبھی ہوگی۔

ابتلاء عظیم سے حفاظت:

قرآن مجید نے امم سابقہ کے حالات کو عبرت ونصیحت کے لئے بیان فرمایا ہے۔ عاد وثمود، اصحاب الایکہ، قوم تبع وغیرہ بہت سی قومیں اور امتیں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح محو کر دی گئیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ ان کی تباہی کا راز کیا تھا؟ شرک وکفر؟ نہیں! اس کی سزا کا مقام آخرت ہے اور علیم وحلیم رب العالمین صدیوں تک اس جرم کی دنیاوی سزا نہیں دیتے۔ آج دنیا میں اس جرم کی کتنی کثرت ہے۔ مگر مجرم قومیں تباہی وبربادی اور مکمل استیصال سے محفوظ ہیں۔ پھر کیا فسق وفجور؟ یہ بھی نہیں! کیا آج فاسق وفاجر قومیں دنیاوی عیش وعشرت سے بہرہ یاب نہیں؟ اور کیا صدیوں سے ارتکاب جرائم کرنے کے بعد بھی ابھی تک مٹنے سے محفوظ نہیں؟ جس شخص کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب کا ذرا بھی ذوق عطا فرمایا ہے وہ بہت آسانی سے معلوم کر سکتا ہے کہ جن امم سابقہ پر ہلاکت وبربادی نازل ہوئی وہ وہی تھیں جنہوں نے انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا۔ مگر ان کی دعوت کو ٹھکرایا ان کی بات کو جھٹلایا ان کی شان میں بے ادبیاں کیں اور ان کے دل کو توڑا۔

یہ واقعہ قرآن مجید کے عبرت خیز وحکمت آمیز قصص میں روح مشترک کا درجہ رکھتا ہے اور اس چیز کو روشن کر رہا ہے کہ بے شک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا تشریف لانا انسانیت کے لئے ہزاروں رحمتوں اور برکتوں کا سبب ہے۔ لیکن دوسری طرف سخت امتحان، شدید آزمائش اور ابتلاء عظیم بھی ہے۔

باران رحمت، مردہ زمین کی حیات اور روح شجر ونبات ہے۔ مگر اسی کے ساتھ کمزور پودوں کے لئے باعث ممات بھی، نجوم ہدایت کا طلوع تنویر بصر وبصیرت کا سبب مگر شپرہ چشموں کی خیرگی اور بیمار دلوں کی موت کا بھی باعث ہے۔ نبی کا دیدار ایمان والوں کے لئے قرب الٰہی کا اقرب ترین راستہ، مگر منکروں کے لئے حجت الٰہی کا تمام ہونا عذاب الیم کا پیام۔

اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت ختم نہ ہوگئی ہوتی اور سلسلۂ نبوت جاری رہتا جیسا کہ امم سابقہ میں رہا تو امت محمدیہ علیہ الف الف تحیہ ہر نبی کی بعثت کے وقت سخت امتحان وابتلاء کے دور سے گذرتی۔ بار بار اس کے سامنے ایمان وکفر کا سوال پیدا ہوتا۔ کسی نبی سے انکار کے معنی سب انبیاء کے انکار کے ہیں۔ اس لئے بہت سے ایسے ہوتے جو ایک لمحہ میں عمر بھر کی دینی کمائی کھو بیٹھتے اور عبادات اور ریاضت کے باوجود عذاب دائمی کے مستحق ٹھہرتے۔

حق تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے "رحمۃ للعالمین" کی امت کو اس ابتلاء عظیم اور پرخطر امتحانوں سے محفوظ رکھا اور سید المرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو خاتم النبیین کا مرتبہ عطا فرما کر سلسلۂ نبوت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند فرما دیا۔ حق تعالیٰ کا یہ احسان عظیم اسی امت پر ہے جس کا زیادہ سے زیادہ شکر بھی کم سے کم ہے اور اس کے شکر واجب کا کروڑوں حصہ ادا کرنا بھی طاقت انسانی سے باہر اور غیر ممکن ہے۔

منکرین ختم نبوت، احسان فراموش، ناقدر شناس اور کافران نعمت ہیں جو اس احسان عظیم کی قدر کرنے کے بجائے سلسلۂ نبوت جاری رکھنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ گویا اس شدید امتحان وابتلاء کے طالب ہیں۔ جس سے رب رحیم نے انہیں مستثنٰی ومحفوظ فرمادیا ہے اور جس میں ناکامی کے معنی عذاب دائمی میں مبتلا ہونے کے ہوئے:

”بریں عقل و دانش بباید گریست“

عقل معاد کا ارتقاء:

ایک ڈاکٹر کسی میڈیکل کالج کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرتا ہے۔ مگر اسے کوئی موقع اس قسم کا نہیں ملتا کہ وہ آزادی کے ساتھ مطب کر سکے۔ ایسے ڈاکٹر کی مہارت فن کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ میرے خیال میں اس مسئلہ میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ ایسا ڈاکٹر علمی اعتبار سے خواہ کتنا ہی ممتاز کیوں نہ ہو۔ عملی اعتبار سے کوئی ترقی نہیں کرسکتا۔ جب وہ مریض کا علاج اپنے اساتذہ کی امداد ومشاورت سے بے نیاز ہوکر شروع کرے گا تو اسے اپنی مہارت کے بجائے اپنی مبتدی ہونے کا احساس ہوگا۔ ایک ایسا ڈاکٹر جو اس سے جونیئر اور بلحاظ معلومات اس سے کمتر ہو۔ مگر تجربہ اس سے زائد رکھتا ہو اس سے بہتر اور زیادہ سہولت کے ساتھ کامیاب علاج کر سکے گا۔ ڈاکٹری ہی کے ساتھ، مخصوص نہیں بلکہ انجینئر، وکیل، میکانک اور جن اشخاص کا مضمون کوئی ایسا علم ہو جو عملی پہلو بھی رکھتا ہو ان کا یہی حال ہوتا ہے۔ اس قسم کے اشخاص جب تک اپنے علم کو عملی مسائل پر آزادی کے ساتھ منطبق نہ کریں۔ اس وقت تک وہ اس علم میں ترقی کر کے درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس قسم کے حصول کمال میں ذہن کی آزادی یا بالفاظ دیگر اصول کی آزادانہ تطبیق اور ان کی بناء پر تفریع کو بہت بڑا دخل ہے۔ اس لئے کہ انسان مشین نہیں۔ بلکہ ایک صاحب فکر ہستی ہے۔

(جاری ہے)

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

وہ شہنشاہِ رُسل، ختم رُسل، فخر رُسل
دونوں عالم کا شرف دونوں جہاں کی عزت
ہاں یہ سچ ہے کہ ترا وصف ہمارا مقصود
ہاں یہ حق ہے کہ تری نعت ہے اقصیٰ غایت

(وفا رام پوری 1915ء)

در امہ ہے کہاں درِ خیرالبشر کے بعد
خیرالبشر نہیں، کوئی خیرالبشر کے بعد
ختم رُسل کے سامنے کس کا جلا چراغ
کیا آب سنگریزوں کی ہوتی قمر کے بعد

(انجم وزیر آبادی)

رہبر خلق حبیب خلاق ﷺ
خالق و خلق ہیں تیرے مشتاق
حق نے کی ختم رسالت تجھ پر
ختم ہے تجھ پہ وفائے میثاق

(محمد عبداللہ)

نہ کیونکر مطلع دیوان وہ مطلع مہر وحدت کا
کہ ہاتھ آیا ہے مصرعہ مجھ کو انگشت شہادت کا
گلوئے خامہ میں سرمہ مداد دودۂ دل ہے
مگر لکھنا ہے وصف خاتمہ جلد رسالت کا

(مومن دہلوی ۱۸۵۱ء)

شہِ بطحا شبِ اسریٰ میں کیا باشان وشوکت تھا
جلو میں انبیاء تھے کوکبہ اقبال و دولت تھا
شبانِ وادیٔ ایمن بھی چڑھنے سے رہا قاصر
عجب کوہِ شکوہ حضرت ختم رسالت تھا

(مولانا اختر علی)

شانِ ختم رُسل ﷺ کا بیاں ہوگیا
حق عیاں، حق عیاں، حق عیاں ہوگیا
سُن کے وصفِ جمال نبی دل مرا
شادماں، شادماں، شادماں ہوگیا

(محمد علی اشرفی)

اے شہنشاہ رُسل، فخر رُسل، ختم رُسل
خوب سے خوب، خوش اسلوب ہوا، خوب ہوا
حشر میں امت عاصی کا ٹھکانہ ہی نہ تھا
بخشوانا تجھے مرغوب ہوا، خوب ہوا

(مرزا داغ دہلوی، ۱۹۰۵ء)

بفیضان نظر حضرت اقدس مولانا **خواجہ خان محمد** صاحب و حضرت اقدس شہید ختم نبوت مولانا **محمد یوسف لدھیانوی** صاحب نور اللہ مرقدہما

زیر سرپرستی

عبدالرزاق اسکندر

و

عزیز احمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بدعاء

حضرت مولانا **عبدالمجید** لدھیانوی صاحب

زیر نگرانی

حضرت لدھیانوی شہید

احمد میاں حمادی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

33 ویں

سالانہ عظیم الشان ختم نبوۃ کانفرنس

بمقام

ایم اے جناح روڈ نزد جامع مسجد ختم نبوت ٹنڈو آدم

بتاریخ 7 مارچ 2014ء بروز جمعۃ المبارک بعد از عشاء

عنوانات

توحید باری تعالیٰ	سیرۃ خاتم الانبیاء	مسئلۂ ختم نبوۃ
انسدادِ توہین رسالت	عظمت صحابہ و اہل بیت	اِتحادِ اُمت

اور رد قادیانیت جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ سندھ

Contact No: 0235-571613, 0300-3351713, 0333-2881703